قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اٰل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 2 مئی 2020ء | 8 رمضان 1441 ہجری قمری | جلد: 2 | شمارہ: 106

ارشاد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ لَا تَاۡکُلُوۡۤا اَمۡوَالَکُمۡ بَیۡنَکُمۡ بِالۡبَاطِلِ وَ تُدۡلُوۡا بِہَاۤ اِلَی الۡحُکَّامِ لِتَاۡکُلُوۡا فَرِیۡقًا مِّنۡ اَمۡوَالِ النَّاسِ بِالۡاِثۡمِ وَ اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۸۹﴾

(البقرہ:189)

ترجمہ:اور اپنے ہی اموال اپنے درمیان جھوٹ فریب کے ذریعہ نہ کھایا کرو۔ اور نہ تم انہیں حکام کے سامنے (اس غرض سے) پیش کرو کہ تم گناہ کے ذریعہ لوگوں کے (یعنی قومی) اموال میں سے کچھ کھا سکو حالانکہ تم (اچھی طرح) جانتے ہو۔

فرمانِ رسول ﷺ

رمضان میں سخاوت

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیکی میں سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں بہت ہی سخاوت کرتے تھے۔ جب حضرت جبرائیلؑ آپ سے ملتے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام رمضان کی ہر رات آپ سے ملاقات کرتے تھے، یہاں تک کہ (رمضان) گزرجاتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ قرآن کا دَور کرتے۔ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ سے ملتے تو آپ نیکی میں تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوتے۔

(بخاری، کتاب الصوم، بَاب أَجْوَدُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكُونُ فِي رَمَضَانَ روایت نمبر1902)

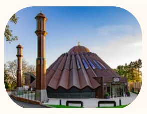

فرمان خلیفہ وقت

اخلاق سے امتیاز پیدا ہوتا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

’’اخلاق سے کیا مراد ہے اور ان کا مقصد کیا ہے؟ جو اچھے اخلاق کا مظاہر ہ ہے اس کا مقصد کیا ہے؟ اور ہمارے سامنے ان اخلاق کا نمونہ کیا ہے؟ آپ (حضرت مسیح موعودؑ) فرماتے ہیں کہ ’’اوّل اخلاق جو انسان کو انسان بناتا ہے۔ اخلاق سے کوئی صرف نرمی کرنا ہی مراد نہ لے لے۔‘‘ (جو اخلاق انسان کو انسان بناتے ہیں ان سے صرف اتنی مراد نہیں ہے کہ تم دوسروں سے نرمی سے پیش آؤ) فرمایا ’’خُلق اور خَلق دو لفظ ہیں جو بالمقابل معنوں پر دلالت کرتے ہیں۔ خَلق ظاہری پیدائش کا نام ہے۔ جیسے کان ناک یہانتک کہ بال وغیرہ بھی سب خَلق میں شامل ہیں اور خُلق باطنی پیدائش کا نام ہے۔ ایسا ہی باطنی قویٰ جو انسان اور غیرانسان میں مابہ الامتیاز ہیں وہ سب خُلق میں داخل ہیں یہانتک کہ عقل فکر وغیرہ تمام قوتیں خُلق ہی میں داخل ہیں۔‘‘ فرماتے ہیں ’’خُلق سے انسان اپنی انسانیت کو درست کرتاہے۔ اگر انسانوں کے فرائض نہ ہوں تو فرض کرنا پڑے گا‘‘ (انسانوں کے جو فرائض ہیں وہ اگر ادا نہ کرتا ہو یا مقرر نہ ہوں تو پھر فرض کرنا پڑے گا، دیکھنا پڑے گا)’’کہ آدمی ہے؟ گدھا ہے؟ یا کیا ہے؟ جب خُلق میں فرق آجاوے توصورت ہی رہتی ہے۔‘‘ انسان بننے کے لئے تو اعلیٰ اخلاق ضروری ہیں اور اگر خُلق اچھا نہیں، اگر ان میں فرق آجاتا ہے تو پھر ظاہری صورت انسان کی رہ جاتی ہے اور جو اصل انسانیت ہے وہ ختم ہو جاتی ہے۔‘‘ (خطبہ جمعہ 9 جون 2017ء)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

روزہ اور بیماری

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

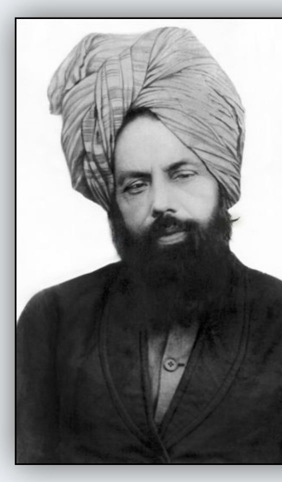

’’یہ ایک باریک اَمر ہے کہ اگر کسی شخص پر (اپنے نفس کے کسل کی وجہ سے) روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ مَیں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا تو ایسا شخص جو خداتعالیٰ کی نعمت کو خود اپنے اُوپر گراں گمان کرتا ہے۔کب اس ثواب کا مستحق ہوگا۔ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آ گیا اور مَیں اس کا منتظر تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے روزہ نہیں رکھ سکا تو وہ آسمان پر روزے سے محروم نہیں ہے۔ اس دُنیا میں بہت لوگ بہانہ جُو ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جس طرح اہل دُنیا کو دھوکا دے لیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔بہانہ جُو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش کرتے ہیں اور تکلّفات شامل کر کے ان مسائل کو صحیح گردانتے ہیں۔لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ صحیح نہیں۔تکلّفات کا باب بہت وسیع ہے اگر انسان چاہے تو اس (تکلف) کی رُو سے ساری عمر بیٹھ کر نماز پڑھتا رہے اور رمضان کے روزے بالکل نہ رکھے مگر خدا اُس کی نیت اور اِرادہ کو جانتا ہے جو صدق اور اَخلاص رکھتا ہے۔خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ اُس کے دِل میں دَرد ہے اور خدا تعالیٰ اُسے ثواب سے زیادہ بھی دیتا ہے کیونکہ دردِ دل ایک قابل قدر شئے ہے۔حیلہ جُو انسان تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شئے نہیں جب مَیں نے چھ ماہ روزے رکھے تھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ انبیاء کا مجھے (کشف میں) ملا اور انہوں نے کہا کہ تونے کیوں اپنے نفس کو اس قدر مشقت میں ڈالا ہوا ہے اس سے باہر نکل۔اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو خدا کے واسطے مشقت میں ڈالتا ہے تو وہ خود ماں باپ کی طرح رحم کرکے اُسے کہتا ہے کہ تو کیوں مشقت میں پڑا ہوا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم ص 564)

اس شمارہ میں

- (اداریہ) رمضان، اونٹ کی کوہان اور ہمارابنک بیلنس
- حضرت مسیح موعودؑ کی تہجد اور سحری کا مبارک طریق
- قرآن کریم کی روحانی اور مادی تاثیرات
- توبہ اور رمضان
- قرآن کی جغرافیائی صداقت کا ظہور
- سفر بیماری اور روزہ
- ذکر خیر چوہدری سمیع اللہ

اداریہ

رمضان، اونٹ کی کوہان اور ہمارا بنک بیلنس

رمضان کے آغاز سے دو دن قبل خاکسار اپنے پُرانے کاغذات ترتیب دے رہا تھا کہ ایک چھوٹا سا نوٹ میرے ہاتھ لگا جو میرے بہت ہی پیارے دوست مرحوم قریشی محمد کریم صاحب کی تحریر بعنوان ’’ اونٹ کی بناوٹ میں حکمت ‘‘ پر مشتمل تھا ۔خاکسار نے اپنے مرحوم بھائی کا یہ نوٹ پڑھا اور بار بار پڑھاجو معلومات میں اضافے کے لئے ہدیہ قارئین ہے۔

اونٹ کے بارے میں یہ مثل مشہور ہے کہ ’’اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی‘‘؟اونٹ کے جسم کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ لوگ اس کا مذاق اڑاتے ہیں ۔اس بے ڈھنگی صورت کے ساتھ اس کی پیٹھ پر کوہان بھی ہوتا ہے ۔

کوہان اصل میں خوراک کا ایک ذخیرہ ہوتا ہے جو چربی کی شکل میں جمع ہوتا رہتا ہے ۔اونٹ کو ریگستان کا جہاز بھی کہا جاتا ہے ۔ریگستان میں خوراک اور پانی کی بہت کمی ہوتی ہے ۔سفر کے دوران بسا اوقات اونٹ کو کئی کئی دن تک کھانے کو کچھ نہیں ملتا اس وقت وہ اپنے کوہان سے مدد لیتا ہے اور اس میں جو چربی جمع ہوتی ہے اس کو استعمال کر لیتا ہے ۔

اونٹ کی دو قسمیں ہیں ۔ایک قسم عربی اونٹوں کی ہوتی ہے جن کی پیٹھ پر صرف ایک کوہان ہوتا ہے۔دوسری قسم بختیاری اونٹوں کی ہے جن کی پیٹھ پر دو کوہان ہوتے ہیں۔ سائنس دان اونٹ کو زرافے اور ہرن کا رشتہ دار کہتے ہیں لیکن جہاں تک بوجھ اٹھانے اور انسان کی خدمت کرنے کا تعلق ہے۔ اونٹ کے یہ رشتہ دار تو بچ گئے مگر اونٹ بے چارہ نہ جانے کس زمانے سے یہ فرض ادا کر رہاہے۔‘‘

چونکہ رمضان بھی سر پر ہے اور اس حوالہ سے تربیتی مضامین کے لئے بھی سوچ بچار جاری ہے اور اس کے لئے اپنے اللہ تعالیٰ سے مدد کا بھی طلبگار تھے اس نوٹ کے ہاتھ لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک حدیث ذہن میں ڈال دی جس میں آنحضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کے آخری حصّہ کو اونٹ کی کوہان سے مشابہت دی ہے جس طرح اونٹ ریگستان میں (جہاں پانی اور خوراک کی کمی رہتی ہے) مسلسل بوجھ لئے چلتا ہے اور خوراک یا پانی کی کمی کو کوہان میں کئے گئے ذخیرہ سے پوری کرتا ہے اسی طرح رمضان میں بھی ایک مومن روحانی ذخیرہ اکٹھا کرتا ہے جو سال بھر اس کے کام آتا ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہےاِذَا سَلِمَ الرَّمَضَانُ سَلِمَتِ السَّنَةُ کہ جب رمضان بخیریت سے گزر گیا تو سمجھیں کہ سارا سال بخیریت گزر گیا ۔

ایک مومن رمضان کے آغاز سے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں، برکتوں اور فضلوں کے حصول کے لئے کوشش کرتا ہے لیکن رمضان کے آخری حصہ میں وہ ان برکات سے جھولیاں بھرنے کے لئے دن رات ایک کردیتا ہے یہ سمجھتے ہوئے کہ اب چند دن رہ گئے ہیں وہ ان برکتوں سے مستقبل میں فائدہ اُٹھانے کے لئے بنک بیلنس (bank balance) کے طور پر جمع کرتا ہے ۔

ہم نے عموماً دیکھا ہے کہ ایک کسان فصل کاٹنے کے لئے صبح سویرے اپنے کھیت میں جاتا ہے اور آرام آرام سے کٹائی کا آغاز کرتا ہے مگر جونہی دن ڈھلتا ہے (جسے گوڈا لگنا کہتے ہیں) اس کسان کے کام میں تیزی آجاتی ہے وہ جانتا ہے کہ سورج غروب ہونے تک میں نے نہ صرف کٹائی مکمل کرنی ہے بلکہ میں نے اس کو سنبھالنا بھی ہے ۔کہیں رات بارش کی وجہ سے سارا اندوختہ خراب ہی نہ ہو جائے یا کوئی چور ہی نہ اچک کر لے جائے ۔بعینہ ایک مومن رمضان کو گوڈا لگنے کو بعد روحانی فصل کی کٹائی میں تیزی لے آتا ہے اور پھر روحانی اندوختے و ذخیرے کو سنبھالنے کے لئے نوافل اور تسبیح کی باڑ لگاتا ہے ۔تاکہ کوئی شیطان اُچک کرنہ لے جائے کیونکہ چور اور شیطان ہمیشہ ایسی ہی جگہوں پر نقب لگانے کی کوشش کرتے ہیں جہاں انہیں ذخیرہ نظر آئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مومنین کو اس رمضان المبارک میں حقیقی معنوں میں اپنے خالق حقیقی کی عبادت کر کے اونٹ کی کوہان میں خوراک کے ذخیرہ کی طرح اپنے بنک بیلس کو بڑھانے کی توفیق دے تا اس سے ہم خود بھی اور ہماری نسلیں بھی مستفیض ہو سکیں ۔ **(ابوسعید)**

****

سجدہ تلاش کرو

درد دل کی دوا تلاش کرو
دل سے نکلی دعا تلاش کرو
چار سو ماتمی سا کیسا
کھو گئی ہے صبا تلاش کرو
شہر ویران ہوتے جاتے ہیں
ماجرا کیا ہوا تلاش کرو
پاس رہ کر جدا ہوئے ہائے
کوئی ملنے کی جا تلاش کرو
بے سبب آفتیں نہیں آتیں
جو ہوئی ہے خطا تلاش کرو
دن پریشان رات نازک ہے
کیوں خدا ہے خفا تلاش کرو
مان جائے گا وہ رحیم و کریم
کوئی سجدہ بھلا تلاش کرو

حافظ محمد مبرور

آج کی دعا

رَبِّ اغۡفِرۡ وَ ارۡحَمۡ وَ اَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰحِمِیۡنَ (المومنون:119)

ترجمہ:اے میرے رب! معاف کر اور رحم فرما اور تو سب سے اچھا رحم کرنے والا ہے۔

یہ سورۃ المومنون کی آخری آیت ہے جو مغفرت اور رحمت کی عظیم الشان دعا ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے یہ دعائیہ آیت اور اس سے پہلے کی تین آیات پڑھ کر ایک بیمار پر دم کیا وہ اچھا ہوگیا۔

آج کل کے حالات میں یہ قرآنی دعا بہت کثرت سے پڑھنی چاہئے۔

(قدسیہ محمود سردار)

حضرت مسیح موعودؑ کی تہجد اور سحری کا مبارک طریق

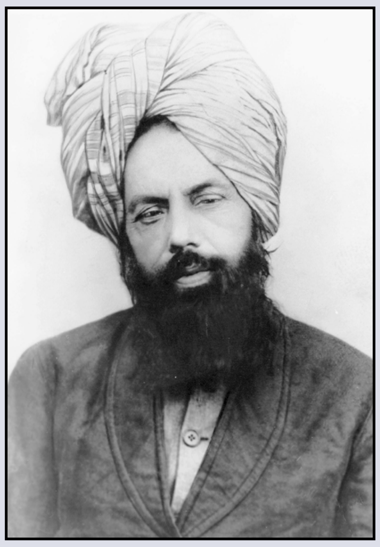

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ تحریر کرتے ہیں کہ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ 1895ء میں مجھے تمام ماہ رمضان قادیان میں گزارنے کا اتفاق ہوا اور میں نے تمام مہینہ حضرت صاحب کے پیچھے نماز تہجد یعنی تراویح ادا کی۔ آپ کی یہ عادت تھی کہ وتر اوّل شب میں پڑھ لیتے تھے اور نماز تہجد آٹھ رکعت دو دو رکعت کرکے آخر شب میں ادا فرماتے تھے ۔ جس میں آپ ہمیشہ پہلی رکعت میں آیت الکرسی تلاوت فرماتے تھے یعنی اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ سے وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ تک اوردوسری رکعت میں سورۃ اخلاص کی قراءت فرماتے تھے اور رکوع و سجود میں یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ اکثر پڑھتے تھے۔ اور ایسی آواز سے پڑھتے تھے کہ آپ کی آواز میں سُن سکتا تھا نیز آپ ہمیشہ سحری نماز تہجد کے بعد کھاتے تھے اوراس میں اتنی تاخیر فرماتے تھے کہ بعض دفعہ کھاتے کھاتے اذان ہوجاتی تھی اور آپ بعض اوقات اذان کے ختم ہونے تک کھانا کھاتے رہتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ دراصل مسئلہ تو یہ ہے کہ جب تک صبح صادق افق مشرق سے نمودار نہ ہوجائے سحری کھانا جائز ہے اذان کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ صبح کی اذان کا وقت بھی صبح صادق کے ظاہر ہونے پر مقرر ہے۔اس لئے لوگ عموماً سحری کی حد اذان ہونے کو سمجھ لیتے ہیں۔ قادیان میں چونکہ صبح کی اذان صبح صادق کے پھوٹتے ہی ہو جاتی ہے بلکہ ممکن ہے کہ بعض اوقات غلطی اور بے احتیاطی سے اس سے بھی قبل ہوجاتی ہو۔اس لئے ایسے موقعوں پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اذان کا چنداں خیال نہ فرماتے تھے اور صبح صادق کے تبیّن تک سحری کھاتے رہتے تھے اور دراصل شریعت کا منشاء بھی اس معاملہ میں یہ نہیں ہے کہ جب علمی اور حسابی طورپر صبح صادق کا آغاز ہواس کے ساتھ ہی کھانا ترک کر دیا جاوے بلکہ منشاء یہ ہے کہ جب عام لوگوں کی نظر میں صبح کی سفیدی ظاہر ہو جاوے اس وقت کھانا چھوڑ دیا جاوے۔چنانچہ تبیّن کا لفظ اسی بات کو ظاہر کررہا ہے۔ حدیث میں بھی آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال کی اذان پر سحری نہ چھوڑا کرو بلکہ ابن مکتوم کی اذان تک بیشک کھاتے پیتے رہا کرو۔ کیونکہ ابن مکتوم نابینا تھے اور جب تک لوگوں میں شور نہ پڑ جاتا تھا کہ صبح ہوگئی ہے، صبح ہوگئی ہے اس وقت تک اذان نہ دیتے تھے۔

(سیرت المہدی جلد1 صفحہ296,295)

طیبہ منصور چیمہ۔لندن

ربوہ میں گزرے رمضان کی یادیں

آج جب کہ مجھے پاکستان چھوڑے 35 سال ہونے کو ہیں لیکن آج بھی ہر رمضان میں ربوہ کے رمضان کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ جو بھلائے نہیں بھولتی۔ ان میں ربوہ کا روحانی ماحول، درس وتدریس کی پُرمعارف مجالس، خاص طور پر سحری کے وقت اطفال صل علیٰ نبینا صل علیٰ محمد کی صدا سے سب کو اٹھاتے اور پھر اسی وقت سحری کے فوراً بعد لوگ جوق در جوق بیتِ مبارک کی طرف چل پڑتے کہ مبادہ فجر کی نماز بیتِ مبارک میں خلیفۃ المسیح کے پیچھے پڑھنے سے محروم نہ رہ جائیں۔ پھر واپس اپنے گھروں میں جاکر نماز ظہر اور قرآنِ کریم کے درس میں شامل ہونے کا انتظار کرنا۔ درس جو کہ اس وقت کے جماعت کے جید عُلماء دیا کرتے تھے اور درس دینے کا ایسا پیارا انداز گویا ہر بات دل میں اُتر جاتی ۔

ایک دفعہ 2سال ربوہ میں رہائش کے دوران گرمیوں کا رمضان دیکھنے کا اتفاق ہوا۔عجیب منظر تھا لگتا تھا کہ خداتعالیٰ کے یہ عاشق خداتعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور اس بابرکت مہینے کی ساری برکتیں حاصل کرنے اور اپنی ساری دعائیں منوا لینے کا تہیہ کر بیٹھے ہیں۔سروں پر گیلے تولیے رکھے لبوں پر دعاؤں کا ورد کرتے ہوئے جوق در جوق بیتِ مبارک کی طرف رواں دواں، نہ گرمی کا احساس نہ مسافت کی دوری کی فکر۔ بس فکر تو اس بات کی کہ اپنے خدا کے حضور اپنی دعاؤں کے ساتھ اپنی جھولیوں کو اس مہینے کی برکات سے بھرنا ہے۔ جو ربوہ کے پُرانے رہنے والے ہیں وہ ربوہ کی گرمی سے بھی واقف ہیں اور ربوہ کی اندھیوں اور طُوفانوں سے بھی واقف ہیں اور محلہ جات کی بیت ِ المبارک سے دُوری کو بھی بخوبی سمجھتے ہیں اور یہ بھی کہ اُس وقت سواری کا بھی کوئی ایسا انتظام نہیں ہوتا تھا۔ شاذ کسی کے پاس اپنی گاڑی ہوتی ہو گی۔ ٹانگے چلتے تھے جس کے کرائے کی بھی اکثر کے پاس اس وقت سکت نہ ہوتی تھی۔ اس سب کے باوجود اللہ کے وہ نیک بندے رمضان میں پوری طرح مستعد نظر آتے کہ ان کو دیکھ کر ہمارے اندر بھی ایک جوش پیدا ہوتا جو کہ اس عمر میں شعور نہ ہونے کی وجہ سے اس وقت انسان نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن اتنا یاد ہے کہ وہ بزرگ چلتے پھرتے فرشتے معلوم ہوتے تھے۔

پھر رات نماز تراویح کا اہتمام جس کا ایک واقعہ میں کبھی بھول نہیں سکتی وہ یہ کہ ایک دفعہ نماز تراویح کی اختتامی دُعا پر اتنی رقت آمیز دعا ہوئی کہ ساری مسجد سسکیوں سے لرز اُٹھی ۔ دُعا کا ایسا عالم میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا یہاں تک کہ ہلکی ہلکی پھوار پڑنے لگ گئی ، وہ پھوار مجھے آج تک نہیں بھول سکی ۔ میں اس کی عینی شاہد ہوں اور ہر رمضان میں مجھے اس کی یاد آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی ہی مقبول دعاؤں کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ آج یقیناً وہی دعائیں جماعت کی ترقیات اور انفرادی طور پر افرادِ جماعت کی ترقیات کا موجب بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آج بھی اسی درد سے دعائیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آجکل جو دردناک حالات پیدا ہو چکے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ ہمیں نجات عطا فرمائے ۔ پیارے آقا کی اقتداء میں جماعت ترقیات کی اعلیٰ مدارج طے کرتی چلی جائے اور کسی قسم کی روک اس میں پیدا نہ ہو۔اس وبائی بیماری کرونا وائرس سے اللہ تعالیٰ بالخصوص افرادِ جماعت اور بالعموم پوری دنیا کو محفوظ رکھے اور جلد ہی اس مرض سے دنیا کو پاک کرے۔آمین

لاک ڈاؤن میں اس رمضان کو گزارنے کا تجربہ عالم اسلام کے لئے نیا ہے لیکن ہم بہت خوش قسمت ہیں جن کو پیارے آقا کی ہدایات مسلسل مل رہی ہیں۔ جس پر کماحقہٗ عمل کر کے ہم اللہ کے فضل سے اس رمضان کی برکات سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے پیارے آقا کو سلامت رکھے تا احمدیت کا یہ قافلہ پیارے آقا کی اقتداء میں اپنی ترقیات کی طرف رواں دواں رہے ۔ خدا تعالیٰ ہمیں ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

سانحہ ارتحال

مکرم لئیق احمد مشتاق ۔سرینام،جنوبی امریکہ لکھتے ہیں۔

محترمہ جمیلہ پروین اہلیہ محترم حاجی صابر علی ساکن عقب ہسپتال ربوہ کچھ عرصہ صاحب فراش رہنے کے بعد مؤرخہ 26۔اپریل کی سہ پہر بعمر 65سال جہان فانی سے کوچ کر گئیں۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔مرحومہ حضرت شیخ محمد سلطان صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی پوتی اور خاکسار کی سب سے چھوٹی پھوپھو تھیں۔

نہایت شفیق، ملنسار،ڈھیروں دعائیں دینے والی، سب رشتے داروں سے محبت کرنے والی اور رشتے نبھانے والی مثالی خاتون تھیں۔مرحومہ موصیہ تھیں۔مورخہ 27۔اپریل کو مقامی طور پر ان کی نمازجنازہ ادا کی گئی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔مرحومہ نے چار بھائی، خاوند،ایک بیٹا ، بہواور دو پوتیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔

پھوپھو جان کا اکلوتا بیٹا عزیزم نوید سحرملازمت کے سلسلہ میں بحرین میں مقیم ہے، اور موجودہ حالات اور سفری رکاوٹوں کی وجہ سے والدہ کی تدفین میں شامل نہیں ہو سکا۔

قارئین الفضل سے مرحومہ کی مغفرت، بلندیٔ درجات اور تمام پسماندگان کے صبر جمیل کے لئے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔

ایڈیٹر کی ڈاک

تاثرات۔آراء۔تجاویز

مکرمہ نوشابہ واسع بلوچ لکھتی ہیں۔

بچپن سے ہی الفضل اخبار کے نام سے آشنائی تو تھی ۔لیکن روزنامہ الفضل لندن آن لائن کی سہولت تو کسی نعمت عظمیٰ سے کم نہیں اور اس سے بڑھ کر ایڈیٹر صاحب اور ان کی ٹیم کا بہت بڑا کریڈٹ ہے (اللہ تعالیٰ آپ سب کے کاموں میں بے حد برکت ڈالے اور اپنے فضلوں کا وارث بنائے۔آمین)آپ منجھے ہوئے رائٹرز کی تحریروں کے ساتھ مجھ جیسے ننھے منے لکھنے والوں کے مضامین چھاپ کر بے حد حوصلہ افزائی کرتے ہیں ۔آپ کی یہ حوصلہ افزائی میرے لیے قیمتی خزانہ ہے اور میرا مضمون اس پُر حکمت اخبار کی زینت بنے ، میرے لیے کسی حسین خواب کی تعبیر سے کم نہیں۔جزکم اللہ احسن الجزا

مکرم انجینئر محمود مجیب اصغر لکھتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور اجازت سے جب سے قرآن مجید مع ترجمہ و تشریح مرتبہ حضرت مولانا میر محمد سعیدؓ از درس قرآن حضرت حکیم مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح الاولؓ (دوبارہ) چھپا ہے اور میں نے پڑھنا شروع کیا ہے بڑی شدت سے تڑپ تھی کہ حضرت مولانا میر محمد سعیدؓ کا کہیں سے تعارف حاصل ہو جائے۔سو الحمد للہ آج یہ تعارف جس کی وجہ سے روح بے چین تھی برادرم مکرم غلام مصباح بلوچ کے مضمون کے ذریعے حاصل ہوگیا ہے اللہ تعالیٰ بلوچ صاحب کو ریسرچ کے لئے اور آپ کو میرصاحب کا تعارف شائع کرنے پر جزائے خیردے۔

مکرمہ فوزیہ درثمین سلمان لکھتی ہیں۔

آج پھر بےحد خوشی ہوئی۔میری بہت ہی پیاری فرینڈ کا دوسرا مضمون صرف تین دن کے فرق سےروزنامہ الفضل لندن آن لائن کی زینت بنا ۔الحمدللہ علی ذلک

محض اللہ کا احسان اس الوالدین کی دعائیں اور آپ کی حوصلہ افزائی کانتیجہ ہے کہ نئے لکھنے والوں کا قلم اتنا رواں ہوگیا ماشاءاللہ عمومی مسائل جذبات اور مشاہدات کو خوبصورت طریقے سے زیب قرطاس کرنا اور وہ بھی سادہ اور دل کو موہ لینے والے انداز سے کہ ایڈیٹر صاحب کی نظر میں جلد قبولیت کا درجہ پا لے بہت خوش قسمتی اور خوشی کی بات ہے۔

حافظ مظفر احمد

قسط نمبر 3-4

قرآن کریم کی روحانی اور مادی تاثیرات

تسلسل کیلئے دیکھئے 30-اپریل 2020ء

مشہور شاعر قیس بن الخطیم

قیس بن الخطیم انصاری اوس قبیلہ کے مشہور شاعر تھے۔ ان کا قبول اسلام بھی قرآن سننے کے نتیجہ میں تھا۔جب ان کو آنحضرت ﷺ کی بعثت کا علم ہوا تو مکہ آئے۔اس پر آنحضرت ﷺ نے اُنہیں اسلام کی دعوت دی اور قرآن کریم کی آیات سنائیں اور وہ اسلام لے آئے۔آپ نے واپس جاکر اپنے قبیلہ میں اس کا تذکرہ کیا کہ میں نے ایسا عجیب کلام سنا ہے جو پہلے کبھی نہیں سنا۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ جلد 5ص 557)

قرآن کریم سن کر اسلام قبول کرنا

اسعدؓ بن زرارہ بنوخزرج کے خاندان نجار سے تھے۔ان کا قبول اسلام بھی رسول اللہ ﷺ سے قرآن شریف کی تلاوت سننے کے بعد ہوا۔ اس زمانے میں مدینہ کے مختلف قبائل میں باہم آویزش تھی۔ جنگ کی تیاری ہورہی تھی۔ اسعدؓ اپنے ساتھی ذکوان کے ساتھ مکہ میں اپنے ایک دوست سردار عتبہ بن ربیعہ کے ہاں امداد کے طالب ہوکر گئے،وہیں اُنہیں حضور ﷺ کے دعوے کی تفصیل کا علم ہوا۔ وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے،حضور ﷺ نے خود ان کو اسلام کا پیغام سمجھایا اور قرآن شریف کی تلاوت سنائی۔ وہ طبعاً پہلے ہی توحید کی طرف راغب تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی مؤثر دعوت الی اللہ سے وہ اسلام قبول کرکے واپس مدینہ لوٹے۔روایات میں ہے کہ مدینہ میں اُنہوں نے خاموشی سے اسلام کا پیغام پہنچانا شروع کیا اسی کے نتیجہ میں چھ افراد پر مشتمل وفد نے حج کے موقع پر اُن کے ساتھ پہلی دفعہ عقبہ مقام پر حضورؐ سے ملاقات کی۔ حضرت اسعدؓ بیعت عقبہ ثانیہ میں بھی شامل تھے اور بنو نجّار کے نقیب (سردار) کے طور پر ان کو خدمت کی سعادت ملی۔

(سیرۃ ابن ھشام جلد 1ص 435)

قیس بن عاصمؓ کا سورۂ رحمان سن کر اسلام قبول کرنا

سردارِ قریش اور شاعر قیس بن عاصمؓ سن 9ہجری میں وفد تمیم کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جو وحی آپؐ پر نازل ہوئی ہے۔ اُس میں سے کچھ سنائیں نبی کریم ﷺ نے سورۃ الرحمان سنائی وہ کہنے لگا دوبارہ سنائیں۔ آپؐ نے پھر سنائی اُس نے تیسری بار پھر یہی سورت سنانے کی درخواست کی تو آپؐ نے پھر سنائی جس پر وہ کہہ اُٹھا خدا کی قسم اس کلام میں ایک روانی اور شیرینی ہے اگر اس کلام کا نچلا حصہ زرخیز ہے تو اُوپر کا حصہ پھلدار ہے۔ اور یہ انسانی کلام نہیں ہوسکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے ساتھ کوئی معبود نہیں اور آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔

(تفسیر قرطبی سورۃ الرحمان جلد 17ص 151)

جبیر بن مطعمؓ کا سورۂ طور سن کر قبول اسلام

مکہ کے مشرک سردار جبیر بن مطعم بدر کے اسیران کو چھڑانے کیلئے مدینہ آئے۔ وہ مسجد نبویؐ میں داخل ہوئے تو آنحضور ﷺ نماز مغرب پڑھا تے ہوئے سورۃ الطور کی تلاوت فرما رہے تھے۔جب انہوں نے یہ آیات سنیں اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ (الطور:8،9) کہ تیرے ربّ کا عذاب واقع ہونیوالا ہے جسے کوئی روک نہیں سکتا۔ تو آپ کو محسوس ہوا کہ جیسے ان کا دل پھٹ گیا ہو۔ قرآنی تاثیر اپنا کام کرچکی ہے۔اگرچہ اُنہیں اس موقع پر تو اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل نہ ہوئی تاہم پانچ سال بعد جنگ خیبر یا فتح مکہ کے سال آپ حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔

(مسند احمد جلد 4ص 83۔الاستیعاب جلد 1ص 69)

ایک دوسری روایت کے مطابق امام قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ سورہ طور کی یہ آیات سُن کر اُنہیں ایسا لگا کہ جیسے اُن کا دِل پھٹ گیا ہواور عذاب کے نازل ہونے کے خوف سے اسی وقت اسلام لے آئے۔ (تفسیر قرطبی جلد 17ص 62)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت جبیر بن مطعمؓ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ اُنہوں نے نبی کریمؐ کو نماز مغرب میں سورۃ الطور تلاوت کرتے سنا۔جب آپؐ اس آیت پر پہنچے اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ (36تا38) یعنی کیا وہ بغیر کسی چیز کے (خودبخود) پیدا کردیئے گئے یا وہی خالق ہیں؟کیا اُنہوں نے ہی آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟حقیقت یہ ہے کہ وہ (کسی صورت) یقین نہیں لائیں گے۔کیا اُن کے پاس تیرے ربّ کے خزانے ہیں یاوہ (اُن پر) داروغے ہیں؟ حضرت جبیرؓ کہتے ہیں اُس وقت ایسے معلوم ہوا جیسے اُن کادل پرواز کرجائیگا۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الطور)

سورہ العنکبوت کی آیت کا ایک یہودی پراثر

ابو الخیر نامی ایک یہودی طبیب تھا جو پارسا طبع اور راستباز انسان تھا۔وہ خدا تعالیٰ کو واحد لا شریک جانتا تھا۔ ایک دفعہ بازار میں چلا جاتاتھا کہ مسلمانوں کے ایک مدرسہ سے اُسے تلاوتِ کلام پاک کی آواز آئی کہ کوئی قاری قرآن شریف کی یہ آیت تلاوت کر رہا تھا کہ الٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ (العنکبوت:2۔3) میں اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔کیا لوگ یہ گمان کر بیٹھے ہیں کہ یہ کہنے پر کہ ہم ایمان لے آئے وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اور آزمائے نہیں جائیں گے؟

اِس آیت نے ابو الخیر پراتنا اثر کیا کہ اُس کا دل گداز ہوگیا اور وہ مسجد کی دیوار کے ساتھ کھڑا ہوکر زاروقطار روتارہا۔ پھر آگے روانہ ہوگیا۔ رات کو حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔آپؐ نے فرمایا۔

يَا اَبَا الْخَيْرِ اَعْجَبَنِي اَنَّ مَثْلُكَ مَعَ كَمَالِ فَضْلِكَ يَنْكُرُ بِنَبُوَّتِي۔ یعنی اے ابو الخیر مجھے تعجب ہے کہ تیرے جیسا انسان باوجود اپنے کمال فضل اور بزرگی کے میری نبوت سے انکار کرے۔ صبح ہوتے ہی ابو الخیر نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔

(تتمۃ صوان الحکمۃ جلد 1ص 3)

سورۂ رحمان اور جنّوں کے وفد کا قبول اسلام

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ انہیں سورہ رحمان کی تلاوت سنائی۔ صحابہ محوحیرت ہوکر خاموشی سے سنتے رہے۔ رسول کریم ﷺ نے سورت کی تلاوت مکمل ہونے پر اس سکوت کو توڑتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ایک قوم جنّ کو جب یہ سورت سنائی تو اُنہوں نے تم سے بھی بہتر نمونہ دکھایا تھا۔ جب بھی میں نے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ کی آیت پڑھی جس کا مطلب ہے کہ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کروگے تو وہ قوم جواب میں کہتی تھی۔ لَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ وَلَكَ الْحَمْدُ۔ یعنی اے ہمارے رب ہم تیری نعمتوں میں سے کسی چیز کو جھٹلاتے نہیں اور سب تعریفیں تیرے لئے ہیں۔

(ترمذی کتاب التفسیر سورۂ رحمان)

یہ علاقہ نصیبین کا وہی یہودی وفد ہے جس کا سورۂ جنّ میں ان الفاظ میں بھی ذکر ہے قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا (الجن:2تا4) یعنی تو کہہ دے میری طرف وحی کیا گیا ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (قرآن کو) توجہ سے سنا تو انہوں نے کہا یقیناً ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔جو بھلائی کی طرف ہدایت دیتا ہے۔پس ہم اس پر ایمان لے آئےاور ہم ہر گز کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے ۔ اور (کہا) کہ یقیناً! ہمارے رب کی شان بلند ہے۔اس نے نہ کوئی بیوی اپنائی اور نہ کوئی لڑکا۔

سورۃ الصافات کی آیات اور کندہ قبیلہ

کندہ یمن کے ایک قبیلے کا نام ہے 80 گھڑسواروں کا وفد اپنے سردار اشعث بن قیس کے ساتھ سنہ 10ہجری میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ اس وفد نے کوئی نشانِ صداقت طلب کیا۔ آپؐ نے قرآن شریف کے اعجازی کلام کو بطور ثبوت پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ لَا يَأْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ (مستدرک حاکم جلد 2ص 479) یعنی یہ ایسا کلام ہے جس پر کبھی بھی باطل اثر انداز نہیں ہوسکتانہ آگے سے نہ پیچھے سے۔پھر آپ نے سورۂ صٰفّٰت کی ابتدائی چھ آیات کی خوش الحانی سے تلاوت کی۔ وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ۔رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ (الصّٰفّٰت: 1تا6) ترجمہ: قطار در قطار صف بندی کرنے والی (فوجوں) کی قسم پھر اُن کی جو للکارتے ہوئے ڈپٹنے والیاں ہیں۔ پھر ذکربلند کرنے والیوں کی۔ یقیناً تمہارا معبود ایک ہی ہے۔آسمانوں کا بھی ربّ ہے اور زمین کا بھی اور اس کا بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے اور تمام مشرقوں کا ربّ ہے۔

یہاں تک تلاوت کر کے حضور ﷺ رُک گئے اورآپؐ کی آواز بھراکر گلوگیر ہوگئی تھی۔ آپ ساکت و صامت اور بے حس و حرکت بیٹھے تھے ۔ آنکھوں سے رواں آنسو ٹپ ٹپ ریش مبارک پر گر رہے تھے۔ کندہ قبیلہ کے لوگ یہ عجیب ماجرا دیکھ کر حیران ہورہے تھے۔ کہنے لگے کیا آپ اپنے بھیجنے والے کے خوف سے روتے ہیں؟آپ نے فرمایا ہاں اسی کا خوف مجھے رُلاتا ہے جس نے مجھے صراطِ مستقیم پر مبعوث فرمایاہے۔مجھے تلوار کی دھار کی طرح اُس راہ پر سیدھا چلنا ہے اگر ذرا بھی میں نے اس سے انحراف کیا تو ہلاک ہوجاؤں گا۔ السیرۃ الحلبیہ جلد 3ص 92بیروت)

کندہ قبیلہ کا یہ وفد آنحضرت ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے بعد اسلام لے آیا۔چنانچہ اس قبیلہ کے سردار اشعث بن قیس کا رشتہ آنحضرت ﷺ نے ام فروہ بنت حضرت ابو بکرؓ سے فرمادیا۔ (اُسد الغابۃ جلد 1ص 61)

وفد حبشہ کی مدینہ آمد اور تلاوتِ رسولؐ سننا

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ سے کچھ ملّاح بھی آئے تھے۔ جب رسول کریم ﷺ نے اُنہیں قرآن کریم کی تلاوت سنائی تو وہ ایمان لے آئے اور اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔تم واپس اپنے ملک جاکر اپنے اس دین اسلام سے لوٹ تو نہیں جاؤگے؟انہوں نے کہا۔ہم اپنے دین سے ہرگز نہیں لوٹیں گے۔اس واقعہ کا ذکر سورۃ المائدہ کی اس آیت میں ہے۔ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ (المائدہ:84) اور جب وہ اُسے سنتے ہیں جو اس رسول کی طرف اُتارا گیا تو تُو دیکھے گا کہ اُن کی آنکھیں آنسو بہانے لگتی ہیں اس کی وجہ سے جو اُنہوں نے حق کو پہچان لیا۔وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب!ہم ایمان لائے پس ہمیں گواہی دینے والوں میں تحریر کرلے۔ (المعجم الکبیر جلد 12ص 55)

دوسری روایت میں ہے کہ صرف عیسائیوں نے اسلام قبول کرلیا اور بہت روئے یہاں تک کہ خشوع کی وجہ سے آنسوؤں سے ان کی داڑھیاں تر ہوگئیں۔چنانچہ واپس جاکر اُنہوں نے نجاشی کو سارا ماجرا سنایا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد 3ص 166)

قرآن کریم کی تاثیر کا دلوں پر اثر

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں۔
قرآن کریم میں یہ تاثیر ہے کہ اس کی کوئی سورۃ بھی آدمی پڑھے۔ اس کے دل میں اعلیٰ سے اعلیٰ روحانی تاثیرات پیدا ہونے لگیں گی۔ (تفسیر کبیر جلد3 ص161)

اس سلسلہ میں قرآن شریف کی بعض سورتوں اور آیات کے متعلق احادیث نبویؐ میں مذکورہ واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی آخری آیات کا اثر

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جبریلؑ نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف فرما تھے کہ اُوپر سے ایک آواز سنائی دی۔ آپؐ نے سر اٹھایا تو جبریلؑ نے کہا یہ آسمان کا دروازہ ہے جو صرف آج کے دن کھلا ہے اور اس سے پہلے کبھی کھولا نہیں گیا۔ پھر اس سے ایک فرشتہ اترا تو جبریلؑ نے کہا یہ فرشتہ بھی روئے زمین پر آج ہی اُترا ہے اور آج سے قبل کبھی نہیں اترا۔ اس فرشتہ نے سلام کیا اور کہا (اے محمدؐ!) آپؐ کو دو نوروں کی بشارت ہو جو صرف آپؐ کو عطا ہوئے اور آپؐ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے۔ وہ سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی آخری آیات ہیں۔ آپؐ ان میں سے ایک حرف بھی پڑھیں گے تو آپؐ کو وہ نور عطا ہوگا۔
(بخاری، کتاب صلاۃ المسافرین باب فضل الفاتحہ)

بسم اللہ کا اثر

رسول کریم ﷺ نے فرمایاکہ ہر اہم امر جو بسم اللہ کے بغیر شروع کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے۔
(کنزالعمال جلد1 ص555)

رسول کریم ﷺ کا صبر وحوصلہ اپنی مثال آپ ہے۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ تمام لوگوں سے بڑھ کر بہادر تھے اور دلیر تھے۔ (مسلم کتاب الفضائل باب فی شجاعۃ النبیؐ) مگر قرآن سن کر آپؐ کی خشیت کا بھی یہ عالم ہوتا تھا کہ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مجھے ایک رات گزارنے کا موقع ملا۔ آپؐ نے بسم اللہ کی تلاوت شروع کی اور رو پڑے یہاں تک کہ روتے روتے گر گئے۔ پھر بیس مرتبہ بسم اللہ پڑھی ہر دفعہ آپؐ روتے روتے گر پڑتے۔ آخر میں مجھے فرمانے لگے وہ شخص کتنا نامراد ہے جس پر رحمٰن اور رحیم خدا بھی رحم نہ کرے۔ (الوفاء لابن الجوزی جلد1 ص373)

صحابہؓ رسول ﷺ اور سماعِ قرآن

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بڑے دلیر بہادر اور دل گردے والے صحابہ تھے۔ جن کے متعلق قرآن کریم نے بھی گواہی دی ہے اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ تَرٰىہُمۡ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضۡوَانًا (الفتح:30) یعنی آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ کفار کے مقابل پر بہت سخت ہیں لیکن آپس میں بے انتہا رحم کرنے والے ہیں اور تُو انہیں رکوع اور سجود میں (خشوع وخضوع کی حالت میں روتے ہوئے) دیکھے گا وہ اللہ ہی سے فضل اور رضا چاہتے ہیں۔

ان کے بارہ میں بکثرت یہ واقعات ملتے ہیں کہ قرآن سُن کر اُن پر خشیت اور رقّت کا عجب عالم ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عروۃ بن زبیرؓ نے اپنی دادی حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ سے پوچھا کہ صحابہؓ رسولؐ جب قرآن کریم کی آیات کی تلاوت سنتے تھے تو اُن کے تاثرات کیا ہوتے تھے؟ اس پر حضرت اسماءؓ نے بتایا کہ اُن کی حالت بالکل ویسی ہی ہوتی تھی جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اُن کی کیفیت کا ذکر کیا ہے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں اور ان کے جسم کانپ اٹھتے تھے۔
(تفسیر قرطبی جلد15 ص249)

حضرت ابوبکرؓ

جنگوں میں رسول اللہ ﷺ کے دائیں بائیں لڑنے والے بہادر حضرت ابوبکرؓ کا تلاوت قرآن کے وقت یہ حال ہوتا تھا کہ صبح کے وقت قرآن شریف کی تلاوت بڑے دردوسوز اور خوش الحانی سے کرتے۔ اس تلاوت کا اتنا گہرا اثر تھا کہ بوڑھے بچے سب جمع ہوجاتے۔ قریش نے جب اس پُر تاثیر کلام کا اثر ہوتے دیکھا تو ایک رئیس ابن الدغنہ کے ذریعہ انہیں تلاوت سے روکنا چاہا۔ جس نے آپؓ کو پناہ دے رکھی تھی۔
(بخاری کتاب المناقب باب ہجرۃ النبی)

سورہ الطور کی تاثیر اور حضرت عمرؓ

حضرت عمرؓ جیسے جابر انسان جن کے رعب سے قیصروکسریٰ بھی کانپتے تھے۔ ان کے متعلق روایت ہے کہ آپؓ ایک روزمدینہ میں کسی شخص کے گھر کے باہر سے گزرے تو اندر سے سورۃ الطور کی یہ آیات سنائی دیں اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ مَّا لَہٗ مِنۡ دَافِعٍ (الطور:8،9) یعنی یقیناً تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر رہنے والا ہے۔ کوئی اُسے ٹالنے والا نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہ سچ ہے۔ آپؓ اپنے گدھے سے نیچے اُترے اور دیوار کا سہارا لیکر کچھ وقت وہیں ٹھہرے رہے۔ پھر آپؓ اپنے گھر تشریف لے آئے۔ (آپؓ پر ان آیات کا ایسا گہرا اثر ہوا کہ) ایک ماہ تک اپنے گھر میں رہے۔ لوگ آپؓ سے ملنے آپ کے گھر آتے تھے۔ لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ آپ کو کیا ہوا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد7 ص430)

حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف

اسلامی غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صفِ اوّل کے مجاہد اور بہادر غازی حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف کے متعلق حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے تلاوت کے دوران خشوع قلب میں ان سے زیادہ بڑھ کر کسی کو نہیں پایا۔
(تاریخ دمشق جلد30 ص280)

سورہ حدید کی آیت کی تاثیر اور حضرت ابن عمرؓ

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ آیت پڑھی اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُہُمۡ لِذِکۡرِ اللّٰہِ (الحدید:17) کیا اُن لوگوں کیلئے جو ایمان لائے وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر اور اس حق (کے رعب) سے جو اترا ہے ان کے دل پھٹ کر گرجائیں۔ تو رو پڑے اور اتنا روئے کہ بے اختیار ہوگئے۔
(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء جلد1 ص305)

مشہور شاعر لبید کی فصاحتِ قرآنی پر عملی شہادت

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کو خط لکھا کہ تمام شعراء کو اکٹھا کرو تا معلوم ہو کہ کیا ابھی بھی اُن کے کلام میں فصاحت وبلاغت موجود ہے۔ اس پر جب انہوں نے مشہور قادرالکلام عرب شاعر لبیدسے شعر سنانے کی خواہش کی تو انہوں نے قرآن کریم کی عظمت کے آگے سرِ خم تسلیم کرتے ہوئے یہ جواب دیا کہ میں نے کلام اللہ کی یہ آیت سُن کر شعرکہنے چھوڑ دیئے۔ الٓمّٓ ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ۔ (البقرہ:2) کہ میں اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ یہ ''وہ'' کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں۔
(تفسیر قرطبی جز 15 ص54)

سورۃ البقرہ اورسورۃالمومن کی آیات کی تاثیر

تابعی سعدبن جبیرؒ (التوفی :95ھ) کے متعلق آتا ہے کہ رمضان میں امامت کرتے ہوئے انہوں نے نماز پڑھائی تو سورۃ البقرہ اورسورۃالمومن کی ان آیات کوبارہا مرتبہ پڑھااور رات بھر روتے رہے۔یہاں تک کہ آنکھیں کمزور ہو گئیں ۔ سورۃ البقرہ کی آیت یہ ہے۔ وَاتَّقُوۡا یَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِیۡہِ اِلَی اللّٰہِ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفۡسٍ مَّا کَسَبَتۡ وَہُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ (البقرہ:282) اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤگے۔ پھر ہرجان کو جو اس نے کمایا پورا پورا دیا جائے گا اوروہ ظلم نہیں کئے جائیں گے۔

اورسورۃ المومن کی آیات یہ ہیں۔ فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ۔ اِذِ الۡاَغۡلٰلُ فِیۡۤ اَعۡنَاقِہِمۡ وَالسَّلٰسِلُ ؕ یُسۡحَبُوۡنَ۔ فِی الۡحَمِیۡمِ ۬ۙ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسۡجَرُوۡنَ (المومن:71تا73) تو وہ عنقریب جان لیں گے۔ جب طوق اُن کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں بھی (جن سے) وہ گھسیٹے جائیں گے ۔ کھولتے ہوئے پانی میں بعد ازاں وہ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔ (مختصر قیام اللیل جلد1 ص215)

سورۃ البقرہ کی آیت 285 کا اثر

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو بتایا کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس تھا۔ آپؓ جب سورۃ البقرہ کی یہ آیت تلاوت کرتے تو رو پڑتے۔ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَاِنۡ تُبۡدُوۡا مَا فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اَوۡ تُخۡفُوۡہُ یُحَاسِبۡکُمۡ بِہِ اللّٰہُ (البقرہ:285) اللہ ہی کا ہے جو آسمانوں میں ہےاور جو زمین میں ہے اور خواہ تم اُسے ظاہر کرو جو تمہارے دلوں میں ہے یا اُسے چھپاؤ،اللہ اُس کے بارہ میں تمہارا محاسبہ کرے گا۔

اس پر حضرت ابن عباسؓ نے تائید کرتے ہوئے کہا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو صحابہ کرامؓ پر شدید غم کی حالت طاری ہوگئی تھی۔
(مسند احمد بن حنبل جلد5 ص194)

سورۃ البقرہ ،الاعراف،یونس اور الرعد کے حروف مقطعات اور یہود مدینہ کا مرعوب ہونا۔ ایک دفعہ یہودی رئیس ابویاسربن اخطب رسول کریم ﷺ کے پاس سے گزرا۔ آپ ﷺ اس وقت سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیات الٓمّٓ۔ ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ ہُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ تلاوت فرمارہے تھے۔ ابویاسرنے یہ سُن کر اپنے بھائی سردار یہود حُیَیّ بن اخطب کے پاس آکر بتایا کہ میں نے آج محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے۔ اس پر حُیَیّ نے پوچھاکیا تم نے خود سناہے؟اُس نے کہا ہاں میں نے خود سنا ہے۔ حُیَیّ اسی وقت اپنے پاس موجودچندیہودعلماء کو لے کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا اورآپؐ سے کہنے لگا اے محمد! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم پر جو کتاب نازل ہوئی ہے اس میں آپ الٓمّٓ۔ ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ ہُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ پڑھتے ہو۔ آپؐ نے اثبات میں جواب دیا۔ حُیَیّ نے کہا کیا جبریلؑ یہ آیات آپؐ کے پاس لائے ہیں؟ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ یہودیوں نے کہا آپؐ سے پہلے جس قدر نبی گزرے ہیں ان سب کی سلطنت اور اُمّت کا زمانہ بیان کیا گیا تھا مگر آپؐ کا دورِ سلطنت ہم کو معلوم نہیں۔

پھرحُیَیّ یہود کی طرف متوجہ ہو کران حروف مقطعات کے حروف ابجدکے اعداد شمار کرتے ہوئے کہنے لگا سنو ! الف کا عدد ہوا ایک، لام کے تیں، میم کے چالیس۔ کل اکہتر ہوئے۔ کیا تم اس نبی کی تابعداری کرنا چاہتے ہو جس کے ملک اور اُمت کی مدت کل اکہتر سال ہو؟

پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا ایسی کوئی اور آیت بھی ہے ؟ آپؐ نے فرمایا ہاں الٓمّٓصٓ۔ حُیَیّ کہنے لگا یہ اور بھاری ہے۔ الف کا ایک، لام کے تیں، میم کے چالیس، صاد کے نوے یہ سب ایک سو اکسٹھ سال ہوئے۔

پھر آنحضور ﷺ سے مخاطب ہوکر کہا اور بھی کوئی ایسی آیت ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ ''الٓرٰ'' حُیَیّ کہنے لگا یہ اور بھی بھاری ہے۔ الف کا ایک، لام کے تیں اور رے کے دو سو۔ یہ دو سو اکتیس برس ہوئے۔

حُیَیّ نے پھراستفسارکیا اس کے ساتھ کوئی اور بھی ایسی آیت ہے؟ آپؐ نے فرمایا''الٓمّٓرٰ''۔ حُیَیّ نے کہایہ تو اس سے بھی بھاری ہے الف کا ایک، لام کے تیں، میم کے چالیس، رے کے دو سو، سب مل کردو سو اکہتر ہوگئے۔

پھرحُیَیّ کہنے لگا اے محمد (ﷺ)! آپؐ کے معاملہ کا ہمیں پتہ نہیں چلتا کہ ان میں سے آپؐ کی مدت کون سی ہے؟ ابو یاسر نے اپنے بھائی سے اور دوسرے علماء یہود سے کہا اٹھو۔ کیا معلوم کہ ان سب حروف کا مجموعہ ملا کر آنحضرت ﷺ کی سلطنت ہو۔ جو سب مل کر سات سو چونتیس سال ہے۔ یہ معاملہ اب مشتبہ ہوگیا ہے۔
(تفسیر ابن کثیر جلد1 ص161 زیر تفسیر سورۃ البقرہ)

سورۃ النساء کا اثر

حضرت عبداللہؓ بن مسعود بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا تلاوت سناؤ۔میں نے عرض کی کیا میں آپؐ کو تلاوت سناؤں جبکہ قرآن آپؐ پر نازل ہوا۔آپؐ نے فرمایا مجھے پسند ہے کہ میں کسی دوسرے سے تلاوت سنوں۔پھر میں نے سورۃ النساء کی تلاوت سنائی جب میں اس آیت پر پہنچا فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا (النساء:42) پس کیا حال ہوگا جب ہم ہر ایک امت سے ایک گواہ لے آئیں گے اور ہم تجھے ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

تو آپؐ نے فرمایا ٹھہر جاؤ!میں نے دیکھا تو آپؐ کی آنکھیں اشک بار تھیں۔

(بخاری کتاب فضائل القرآن باب قولہ المقرئ للقاری حسبک)

دوسری روایت میں یہ ذکر بھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔اے میرے ربّ! یہ گواہی میں ان لوگوں پر تودوں گا جن کے درمیان موجود ہوں۔مگر ان کی گواہی کیسے دوں گا جن کو میں نے دیکھا نہیں۔ (شعب الایمان جلد2ص362)

سورہ المائدہ کی آیت 119

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول کریم ﷺ نے ہمیں نمازعشاء پڑھائی۔میں رکوع میں جانے سے پہلے آیا اور پیچھے کھڑا ہونے لگا تو آنحضرت ﷺ نے مجھے کھینچ کر اپنے دائیں کھڑا کیا۔پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آئے اور پیچھے کھڑے ہونے لگے تو آنحضرت ﷺ نے انہیں پکڑکر اپنے بائیں جانب کھڑا کیا۔پھر آپؐ نے اسی ایک آیت کی تلاوت کرتے کرتے صبح کردی۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (المائدہ:119) (کہ اے اللہ!)اگرتوانہیں عذاب دے تو آخر یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں معاف کردے تو یقیناً تُو کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد5ص170)

سورۃ الانعام کی آیت 28

تابعی ھارون بن رباب الاسیدی کے متعلق آتا ہے کہ ایک رات وہ تہجد کیلئے کھڑے ہوئے اور سورہ الانعام کی اس آیت کی باربار تلاوت کرتےرہے اور روتے روتے صبح کردی۔ يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ(الانعام:28)اے کاش!ایسا ہوتا کہ ہم واپس لوٹا دیئے جاتے،پھر ہم اپنے ربّ کی آیات کی تکذیب نہ کرتے اور ہم مومنوں میں سے ہوجاتے۔ (مختصر قیام اللیل جلد1ص215)

سورہ الاعراف کی آیت 165

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جیسے جری اور بہادر نوجوان جب سورہ الاعراف کی اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے تو رو پڑتے۔وہ آیت یہ ہے۔وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا ۙ اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ (الاعراف:165)یعنی اور(یادکرو)جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا تم کیوں ایسی قوم کو نصیحت کرتے ہو جسے اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا شدید عذاب دینے والا ہے۔انہوں نے کہا تمہارے ربّ کے حضور اعتذار کے طور پر(ہم ایسا کرتے ہیں)اور اس غرض سے کہ شاید وہ تقویٰ اختیار کریں۔

حضرت ابن عباسؓ فرمایاکرتے تھے کہ یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جو بُرائی سے روکنے کی بجائے خاموش رہنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے ہم بھی کئی ناپسندیدہ اشیاء دیکھ کر خاموش رہتے ہیں اور کچھ کہتے نہیں۔(گویا یہ بھی مقام خوف ہے) (تفسیر ابن کثیر جلد7ص282)

سورہ یوسف کی آیت 87

حضرت شدادؓ بن الھاد کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں نماز فجر میں آخری صفوں میں کھڑا تھا کہ مجھے حضرت عمرؓ جیسے جری انسان کی روتے ہوئے ہچکی کی آواز سنائی دی اس وقت آپؓ سورہ یوسف کی یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (یوسف:87)یعنی میں تو اپنے رنج والَم کی صرف اللہ کے حضور فریاد کرتا ہوں۔ (شعب الایمان جلد2ص363)

دواعرابیوں کی گواہی

ایک مرتبہ ایک اعرابی نے کسی سے سورۃ الحِجر کی یہ آیت سنی فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (الحِجر:95) یعنی(اے نبیؐ!) خوب کھول کربیان کر۔ وہ بدّو فوراًسربسجود ہو گیا ۔ کہنے لگا میں اس کلام کی فصاحت و بلاغت سے متاثر ہو کر سجدہ ریز ہوا ہوں۔

ایک اور اعرابی کا واقعہ ہے جس نے سورہ یوسف کی یہ آیت سنی فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا۔(یوسف:81) پس جب وہ (برادرانِ یوسف) اس(بھائی) سے مایوس ہوگئے تو مخفی مشورہ کے لئے علیحدہ ہوئے۔ وہ اعرابی کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی مخلوق اس جیسا کلام کرنے پر قادر نہیں ۔(سوائے عالم الغیب خدا کے کہ صرف وہی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے)

سورہ النحل کی آیت کا ایک مشرک پر اثر

مکہ کا ایک قریشی سردار ولید بن مغیرہ بڑا فصیح و بلیغ انسان تھا۔ ایک مرتبہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کچھ قرآن سنانے کی درخواست کی۔آپؐ نےاس کی آیت کی تلاوت فرمائی اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى (النحل:91) کہ یقیناً اللہ عدل کا اوراحسان کا اور اقرباء پر کی جانے والی عطا کی طرح عطا کا حکم دیتا ہے۔

ولید اس درجہ متاثر ہوا کہ اس کی دوبارہ تلاوت کی درخواست کی۔ آپؐ نے دوسری بار تلاوت سنائی تو کہنے لگا۔خدا کی قسم اس کلام میں کچھ اور ہی شیرینی اور عجب تازگی ہے ۔ اس نخل کا اعلیٰ حصہ ثمردار ہے اور اس کا زیریں حصہ خوب سیراب ہے اور یہ غالب آنیوالا کلام ہے مغلوب ہونیوالا نہیں۔

جب ابوجہل کو ولید کے آیات قرآنی سے متاثر ہونے کا علم ہوا توفوراً اس کے پاس پہنچااور ماجرا پوچھا ۔ ولید نے کہا۔شاعری مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا ، مگر یہ شعر نہیں ہے اور ہم کاہنوں سے بھی ناواقف نہیں۔مگر یہ کہاوت بھی نہیں۔ نہ ہی یہ کذب ہے کیونکہ اس شخص نے کبھی جھوٹ نہیں بولا ۔ اس پر ابو جہل نے اصرار کیا کہ تم اس کی نسبت کوئی ایسی بات ضرور کہو کہ قریش آپؐ سے متنفر رہیں۔تب اس نے کہا یہ تو سحراورجادو ہے جو ایک شخص کو اس کے اہل و عیال سے جدا کر دیتا ہے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد2ص75)

سورہ الکھف کی بعض آیات کا اثر

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے متعلق روایت ہے کہ جب وہ سورۃ الکھف کی اس آیت کریمہ کی تلاوت کرتے تو رو پڑتے۔

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ (الکھف:51) تو کیا تم اس(شیطان) اور اس کے چیلوں کو میرے سوا دوست پکڑ بیٹھوگے جبکہ وہ تمہارے دشمن ہیں؟ (شعب الایمان جلد2ص365)

حماد بیان کرتے ہیں کہ ثابت بن اسلم البنانی رات کی نماز میں جب سورۃ الکھف کی اس آیت کی تلاوت کرتے تو باربار اُسے دُہراتے اورساتھ روتے جاتے۔

اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ (الکھف:38)کیا تو اس ذات کا انکار کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا۔

(شعب الایمان جلد2ص365)

(باقی آئندہ)

اے مردِ مجاہد اشک بہا

اے مرد مجاہد اشک بہا
ہر مرض و بلا سے جان چھڑا

یہ دنیا تو سب فانی ہے
یہ دولت آنی جانی ہے
سب ہمت طاقت زبانی ہے
تو مانگ فقط رب کی رضا

اے مرد مجاہد اشک بہا
ہر مرض و بلا سے جان چھڑا

سب گدا و شہ سوار ہیں بند
سب دنیوی کاروبار ہیں بند
مسجد، مندر، دربار ہیں بند
توبہ کا مگر ہے در کھلا

اے مردِ مجاہد اشک بہا
ہر مرض و بلا سے جان چھڑا

وہ خالق راہیں چنتا ہے
وہ مالک رستے بنتا ہے
وہ آقا سب کی سُنتا ہے
تو اپنا فرض تو کر ادا

اے مردِ مجاہد اشک بہا
ہر مرض و بلا سے جان چھڑا

وہ بڑا علیم و کریم ہے مولا
وہ بڑا غفور و رحیم ہے مولا
ہر مرض کا شافی ، حکیم ہے مولا
تو اسی کے آگے سر کو جھکا

اے مردِ مجاہد اشک بہا
ہر مرض و بلا سے جان چھڑا

(محمد انیس۔لندن)

فقہی مسائل

بیماری یا سفر میں روزہ

’’رمضان کے مہینے بعض اوقات بیمار اور مسافر بھی روزہ رکھ لیتے ہیں۔ آئیے اپنے نفس کا حقیقی محاسبہ کرتے ہوئے دیکھیں کہ ایسا کرنا واقعتاً خدا کے حکموں سے محبت کا نتیجہ ہے یا کہ پھر نفس کا ایک دھوکہ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 19جنوری 1996ء میں فرماتے ہیں۔

وَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ پس جو کوئی بھی مریض ہو یا سفر پر ہو فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ تو اسے دوسرے ایام میں اس عدت کو پورا کرنا ہو گا یعنی مریض ہو تو روزہ نہ رکھے۔ سفر کے ساتھ یہ شرط نہیں لگائی کہ اگر سفر مشکل ہو تو روزہ نہ رکھے سفر آسان ہوتو رکھ لے۔ اس لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس آیت کی روسے یہ واضح فتویٰ تھا کہ روزے کی آسانی یا مشکل زیر بحث نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کی اطاعت ہی میں آسانی ہے اور اسی میں نیکی، اسی میں تقویٰ ہے۔ پس جب رمضان میں سفر آئے تو روزہ نہ رکھو اور جب رمضان گزر جائے تو جتنے روزے چھوٹ گئے ہیں فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ پھردوسرے دنوں میں اس مدت کو پورا کر لیا کرو۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں یہ نیکی ہے کہ سفر میں بھی روزہ رکھ لیا جائے اور یہ زیادہ بہتر ہے حالانکہ بالکل غلط بات ہے۔ تمام روزہ رکھنے والے جانتے ہیں کہ رمضان کے مہینے میں روزے آسان ہوجاتے ہیں کیونکہ سارے ہی رکھ رہے ہوتے ہیں۔ اس لئے نفس کا بہانہ ہوتا ہے کہ میں نیکی کر کے سفر میں روزے رکھ رہا ہوں۔ نفس بعض دفعہ دھوکہ دیتا ہے۔امر واقعہ یہ ہے کہ سفر کے دوران رمضان میں روزے رکھ لئے جائیں تو وہ آسان ہیں۔ رمضان گزرنے کے بعد پھر وہ روزے پورے کئے جائیں تو یہ مشکل ہے۔تو وہ اپنی طرف سے نیکی کر رہا ہوتا ہے، حالانکہ نفس کے بہانے کے تابع وہ خود دھوکہ کھا رہا ہوتا ہے۔نیکی تنگی یا مشکل میں نہیں ہے۔ نیکی اللہ تعالیٰ کی رضا میں ہے۔ جس بات کا اللہ حکم دے اسے قبول کرو جس کی وہ اجازت دے شوق سے اس اجازت کو استعمال کرو اور یہی انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ بعض دفعہ کسی کو آپ کوئی چیز دیتے ہیں بعض بچےآتے ہیں کہ نہیں نہیں رہنے دیں، کوئی ضرورت نہیں، میں نے دیکھا ہے ماں باپ کی لگتا ہے جان نکل گئی ہے، فکرسے وہ ڈانٹتے ہیں، ضرورت نہیں کیا مطلب لے لو تمہیں خدا نے توفیق دی ہے تمہیں کچھ انعام دیا جا رہا ہے اسے ضائع مت کرو اور یہ انسانی فطرت کی آواز ہے کیونکہ وہ جو تکلف ہے جب کوئی دینے والا ایسا ہو، جس سے تمہیں پیار ہو یا جس کے لئے تمہارےدل میں عزت ہو اس کا کچھ عطا کرنا اگر تم قبول کرو تو اس کے لئے خوشی کا موجب ہوتا ہے اگر نہ قبول کرو تو اس کے چہرے پر ملال کے آثارآجاتے ہیں، اس کا دل چاہتا ہے میں دے رہا ہوں لے لے، اس کو بھی مزہ آئے مجھے بھی مزہ آئے۔

تو انسان کو خدا تعالیٰ نے اپنی فطرت کے مطابق پیدا فرمایا ہے۔ اس کا ایک یہ بھی معنی ہے اگر فطرت سچی اور پاک ہوتو اس کو دیکھ کر خدا کے منشاء کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔ پس جہاں اللہ تعالیٰ رعایت دے رہا ہےوہاں نہیں نہیں ہم تو سختی کر سکتے ہیں،کوئی بات نہیں۔ یہ بہت بے وقوفی کی بات ہے اسی رعایت کو پیار اور محبت سے سر جھکا کر عشق کے جذبے سے قبول کرو۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو چھ چھ مہینے کے مسلسل روزےرکھے ہیں اور ایسے روز سے لکھے ہیں جن میں صبح اور شام کی خوراک اتنی کم ہو چکی تھی کہ ایک عام انسان اس پر زندہ نہیں رہ سکتا اور اس کے باوجود عبادت کی سختیاں، تو اس کا فتویٰ ہے یہ، جس کی اپنی عبادتوں کا یہ حال تھا جس کا مطلب ہے کہ لازماً سراسر ایک عشق کے اعلیٰ مقام کا فتویٰ ہے۔ایک ایسے عارفانہ مقام کا فتویٰ ہے جو جانتا ہے کہ نیکی صرف رضا کے ساتھ تعلق رکھتی ہے جسم کی سختی کے ساتھ نہیں اور روزوں میں بھی جسمانی سختی خدا تعالیٰ کے پیش نظر ہے ہی نہیں اور بہت سی باتیں جو پیش نظر ہیں مگر تکالیف دینا خدا کے پیش نظر نہیں ہے۔ پس جب خدا فرماتا ہے کہ چھوڑ دو تو چھوڑ دو جب خدا کہتا ہے رکھو تو رکھو۔

پس فرمایامَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا جو بیمار ہو اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ یا سفر پر ہو فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ پھر رمضان میں روزے نہ رکھنا بعد میں رکھ لینا۔ یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ اس وہم میں مبتلا نہ ہو کہ سختی کرو گے تو خدا بہت خوش ہوگا۔ اپنی جان کو مصیبت میں ڈالا ہوا ہے تو اللہ بڑا راضی ہو گیا تم مصیبت میں پڑ گئے ۔ اللہ تو تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا اور کوئی دوست کسی دوست کے لئے سختی نہیں چاہتا۔ کوئی ماں کسی بچے کے لئے سختی نہیں چاہتی۔ پس یہ مفہوم بھی ہے جو سمجھنے سے تعلق رکھتا ہے اس کے باوجود ماں صبح جلدی بچے کو اٹھا کر تیاری کرواتی ہے، سکول بھجوانے کے لئے، روتا پیٹتا بھی رہے تب بھی اس کو زبردستی ٹھیک ٹھاک کر کے سکول بھیج دیتی ہے تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ ماں سختی چاہتی ہے۔ اس حد تک سختی لازم ہے جس حد تک جس پر سختی کی جائے یعنی اپنا پیارا وہ اس سختی کا محتاج ہے اور اس کے بغیر وہ فوائد سے محروم رہ جائے۔ پس محبت میں جہاں سختی ہٹائی جا سکتی ہو۔ ترک کی جا سکتی ہو، محبت کرنے والا کبھی سختی میں نہیں ڈالے گا۔ جہاں سختی لازمہ ہے اس سے گزرے بغیر اپنے محبوب کی بھلائی ممکن نہیں ہے۔ اس حد تک اور صرف اس حد تک سختی ایک پیار کرنے والے سے اپنے پیارے کے اوپر ڈالی جاتی ہے اور یہی عبادتوں کا سارا مفہوم ہے۔ جہاں سختیاں ہیں وہاں اس کے بدلے ضرور آسانیاں مقدر ہیں۔ ورنہ کبھی بھی خدا تعالیٰ انسان پر سختی نہ ڈالتا۔ چنانچہ فرمایا۔ فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا۔اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا (الم نشرح :6۔7) دیکھو عبادت کے مضمون میں یہ بات ہورہی ہے۔ فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ۔وَاِلٰی رَبِّکَ فَارۡغَبۡ (الم نشرح:8۔9)

تو عبادت کے تعلق ہی میں یہ بات ہورہی ہے رمضان کی۔ فرمایا دیکھو جو سختی بھی ہم ڈالتے ہیں ایک یہ معنی بھی ہے اس آیت کا لازماً اس کے بعد آسانی آتی ہے اور آسانی کی خاطر سختی ڈالی جارہی ہے، سختی کی خاطر سختی نہیں ڈالی جا رہی۔ پس قرآن کریم کی تمام آیات مسلسل اسی مضمون پر روشنی ڈالتی چلی جا رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ سختی کو پسند نہیں کرتا، نہ سختی کی خاطر کسی کو سختی میں مبتلا فرماتا ہے ہاں بعض فوائد ایسے ہیں جو سختی میں سے گزرنے کے بعد آخر پر رکھے گئے ہیں۔ اب زمیندار ہے جو محنت کرتا ہے تو اس کو چھ مہینے یا سال کے بعد آنے والی فصل دکھائی دے رہی ہوتی ہے۔ اس کی خاطر وہ خود اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتا ہے۔ کوئی شخص اپنا دشمن نہیں ہوا کرتا سوائے اس کے کہ پاگل ہو تو وہاں اس کو دکھائی دے رہا ہے کہ یہ سختی ہی مجھے مناسب ہے، یہی مجھے راس آئے گی اور جہاں ہمیں دکھائی نہیں دے رہا ہوتا وہاں اللہ کو دکھائی دے رہا ہوتا ہے۔ پس خدا کی وسیع نظر کے سامنے

سرتسلیم خم کریں۔ جو اللہ چاہے جس حد تک سختی ڈالے اس حد تک قبول کریں اس سے آگے بڑھ کر زبردستی سے آپ خدا کو راضی نہیں کر سکتے۔ (خطبات طاہر جلد15صفحہ55تا57)

****

دیوانوں کی فہرست میں اک نام بڑھا دے

مہدی کا مجھے عاشق و دیوانہ بنا دے
صد شکر کہ پھر ہم میں ہوئی جاری خلافت
احسان ہے یہ مہدی کا خدا اس کو جزاء دے
انعامِ خلافت ہے خداتعالیٰ کی رحمت
وابستہ رہوں اس سے یہ توفیق خدا دے
اس نے تو ہمیں ایک لڑی میں ہے پرویا
مولا تا قیامت تو خلافت کو بقا دے
یا رب تیرا احسان ہے دی ہم کو خلافت
یا رب دل مومن کو خلافت سے وفا دے

خواجہ عبد المومن۔ناروے

کرونا سے نجات

دنیا میں نذیر آیا دنیا نے نہ پہچانا
اور اس کا ہر اک دعویٰ بس جھوٹ ہی گردانا
کچھ لوگ خدا والے جب ساتھ ہوئے اس کے
تو قادرِ مطلق نے ان سب کو سوا جانا
ایک ایسا بھی وقت آیا تہہِ تیغ ہوئی دنیا
طاعون کی وبا پھیلی ہوئیں بستیاں ویرانہ
بشارت دی مسیحا نے آئے گا جو دار اس کے
اللہ بچائے گا اس کو تو معجزانہ
دیکھا پھر دنیا نے جو آئے تھے دار اس کے
ان سب کو ملی راحت اور فیض کریمانہ
پھر آج کرونا ہے دنیا کو نگلنے کو
کتنے ہی شکار اس کا ہو جاتے ہیں روزانہ
ہے وقت کہ پہچانو اللہ کے حکموں کو
تا تم کو دکھائے پھر اک صفت وہ رحمانہ
لگ جاؤ دعاؤں میں اللہ کی پناہ مانگو
تا تم کو ملے اس سے اک شفقت پدرانہ
وہ دارِ مسیحا تھا یہ دارِ خلافت ہے
ہو جاؤ جمع اس میں عاجز کہے دیوانہ

محمد اسحاق عاجز۔لندن

محمد رئیس طاہر

توبہ اور رمضان المبارک

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتا ،جبکہ مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ۔ (الزلزال:8)کے موافق وہ کسی کی ذرہ بھر نیکی کے اجر کو ضائع نہیں کرتا،تو اتنا بڑا سفر جو اپنے اندر ہجرت کا نمونہ رکھتا ہے۔اس کا اجر کبھی ضائع ہو سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔ہاں یہ ضروری ہے کہ صدق اور اخلاص ہو۔ ریا اور دوسرے اغراض شہرت و نمودکے نہ ہوں اور میں جانتا ہوں کہ برو بحر کے شدائد ومصائب کو برداشت کرنا اور ایک موت کو قبول کر لینا بجز صدق کے نہیں ہو سکتا۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 225)

ہجرت ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جانے کو کہتے ہیں۔لیکن احادیث میں خداتعالیٰ کی طرف ہجرت کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ اس سال بھی گزشتہ سال کی طرح نیکیوں کی طرف یعنی دنیاوی خواہشات کو چھوڑ کر خدا کی رضا کی طرف ہجرت کرنے کے طریقے سکھانے والا مہینہ رمضان المبارک ہجری تقویم کے ماہ ہجرت میں آرہا ہے۔اور اگلے سال بھی اس کا کچھ حصہ اسی مہینہ میں آئے گا۔ اس میں ایسی ہجرت کرنے کی مشق کروائی جاتی ہے جو انسان کو فوزعظیم سے ملا دیتی ہے۔ اصل ہجرت ہے بھی یہی باقی چیزیں تو اس کو سمجھانے کے لئے بطور مثال کے ہیں۔ اس باطنی ہجرت میں انسان شر سے خیر، بدی سے نیکی، برائی سے اچھائی، نفرت سے محبت اور نفاق سے اتفاق کی طرف مسلسل سفر کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَ مَنۡ یُّهَاجِرۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ یَجِدۡ فِی الۡاَرۡضِ مُرٰغَمًا کَثِیۡرًا وَّ سَعَۃً ؕ وَ مَنۡ یَّخۡرُجۡ مِنۡۢ بَیۡتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ ثُمَّ یُدۡرِکۡهُ الۡمَوۡتُ فَقَدۡ وَقَعَ اَجۡرُهٗ عَلَی اللّٰهِ ؕ وَ کَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا (النساء: 101)یعنی اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے تو وہ زمین میں (دشمن کو) نامراد کرنے کے بہت سے مواقع اور فراخی پائے گا اور جو اپنے گھر سے اللہ اور ا س کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلتا ہے پھر اس حالت میں موت آ جاتی ہے۔ تو اس کا اجر اللہ پر فرض ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ الَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا وَ جٰهَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِکَ یَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (البقرہ:219) یعنی یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ لوگ جنھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ هَاجَرُوۡا وَ جٰهَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَ اَنۡفُسِهِمۡ ۙ اَعۡظَمُ دَرَجَۃً عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ(التوبہ:20) یعنی جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک درجے کے اعتبار سے بہت بڑے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

فَفِرُّوۡۤا اِلَی اللّٰهِ(الذاریات:51)پس تیزی سے اللہ کی طرف دوڑو

ان آیات لقائے باری تعالیٰ کے حصول اور اس کی خاطر سعی کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔پھر اللہ تعالیٰ اس سعی کے ذرائع بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

اَلتَّآئِبُوۡنَ الۡعٰبِدُوۡنَ الۡحٰمِدُوۡنَ السَّآئِحُوۡنَ الرّٰکِعُوۡنَ السّٰجِدُوۡنَ الۡاٰمِرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ النَّاهُوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ الۡحٰفِظُوۡنَ لِحُدُوۡدِ اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (التوبہ:112) یعنی توبہ کرنے والے ، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، (خدا کی راہ میں) سفر کرنے والے، (لِلّٰہ) رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کا حکم دینے والے، اور بُری باتوں سے روکنے والے، اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے، (سب سچے مومن ہیں) اور تُو مومنوں کو بشارت دےدے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توبہ یعنی خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔مَنۡ هَجَرَ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ۔(سنن ابوداؤد جلد اول کتاب الصلوٰۃ صفحہ 542) یعنی جن باتوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے ان کو چھوڑ دینا۔ایک اور موقع پر فرمایا اَنۡ تَهۡجُرَ مَاكَرِهَ رَبُّكَ ۔(مسند احمد بن حنبل جلد 2صفحہ 160)یعنی تو اس چیز کو چھوڑ دے جو تیرے رب کو ناپسند ہے۔ پھر فرمایا اَلۡمُهَاجِرُمَنۡ هَجَرَ السُّوۡءَ فَاجۡتَنِبَه۔(مسند احمد بن حنبل جلد2صفحہ 215) یعنی مہاجر وہ ہے جس نے بُرائیوں سے ہجرت کی اور ان سے مجتنب رہا یعنی توبہ کی۔ پھر فرمایا۔ اَنۡ تَهۡجُرَ الۡفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ وَ مَا بَطَنَ۔ (مسند احمدبن حنبل جلد 2صفحہ 226)یعنی تو برائی کے ظاہر اور باطن کو کلیتاً چھوڑ دے۔یہی وہ ہجرت ہے جو انسان نے کرنی ہے اس ہجرت کا دروازہ توبہ اور رجوع الی اللہ ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بہت بدقسمت ہے وہ شخص کہ اسے رمضان کا مہینہ ملا اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ’’ ہجرت کبھی ختم نہ ہو گی جب تک کہ توبہ ختم نہ ہو اور یہ نہ ختم ہو گی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو‘‘ (سنن ابوداؤد کتاب الجهاد باب الهجرة)

حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ۔

اور یقینی طور پر نجات کی امید یقین کامل پر اس لئے موقوف ہے کہ مدار نجات کا اس بات پر ہے کہ انسان اپنے مولیٰ کریم کی جانب کو تمام دنیا اور اس کے عیش و عشرت اور اس کے مال و متاع اور اس کے تمام تعلقات پر یہاں تک کہ اپنے نفس پر بھی مقدم سمجھے۔ اور کوئی محبت خدا کی محبت پر غالب ہونے نہ پاوے۔ لیکن انسان پر یہ بلا وارد ہے کہ وہ برخلاف اس طریقہ کے جس پر اس کی نجات موقوف ہے۔ ایسی چیزوں سے دل لگا رہا ہے جن سے دل لگانا خدا سے دل ہٹانے کا مستلزم ہے اور دل بھی ایسا لگایا ہوا ہے کہ یقینی طور پر سمجھ رہا ہے کہ تمام راحت اور آرام میرا انہیں تعلقات میں ہے اور نہ صرف سمجھ رہا ہے بلکہ وہ لذات بہ یقین کامل اس کے لئے مشہود اور محسوس ہیں جن کے وجود میں اس کو ذرا سا شک نہیں۔ پس ظاہر ہے کہ جب تک انسان کو خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی لذت وصال اور اس کی جزا و سزا اور اس کی آلاء نعماء کی نسبت ایسا ہی یقین کامل نہ ہو جیسا اس کو اپنے گھر کی دولت پر اور اپنے صندوق کے گنے ہوئے روپیوں پر اور اپنے ہاتھ کے لگائے ہوئے باغوں پر اور اپنی زر خرید یا موروثی جائداد پر اور اپنی آزمودہ اور چشیدہ لذتوں پر اور اپنے دلآرام دوستوں پر حاصل ہے تب تک خدا کی طرف جوش دلی سے رجوع لانا محال ہے۔

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد1 صفحہ 154)

پھر فرماتے ہیں۔

’’اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے۔وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا اَوۡ یَظۡلِمۡ نَفۡسَهٗ ثُمَّ یَسۡتَغۡفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا۔(النساء:111) یعنی جس سے کوئی بد عملی ہوجائے یا اپنے نفس پر کسی نوع کا ظلم کرے اور پھر پشیمان ہوکر خدا سے معافی چاہے تو وہ خدا کو غفور و رحیم پائے گا۔‘‘

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد1 صفحہ 188)

پھر مایوسی ہونے سے بچانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس طرح نصیحت فرماتے ہیں۔

’’جب کبھی کوئی بشر بروقت صدور لغزش و گناہ بہ ندامت و توبہ خدا کی طرف رجوع کرے تو وہ خدا کے نزدیک اس قابل ہوجاتا ہے کہ رحمت اور مغفرت کے ساتھ خدا اس کی طرف رجوع کرے۔ اور یہ رجوع الٰہی بندہ نادم اور تائب کی طرف ایک یا دو مرتبہ میں محدود نہیں بلکہ یہ خدائے تعالیٰ کی ذات میں خاصہ دائمی ہے اور جب تک کوئی گنہگار توبہ کی حالت میں اس کی طرف رجوع کرتا ہے وہ خاصہ اس کا ضرور اس پر ظاہرہوتا رہتا ہے۔ پس خدا کا قانون قدرت یہ نہیں ہے کہ جو ٹھوکر کھانے والی طبیعتیں ہیں وہ ٹھوکر نہ کھاویں یا جو لوگ قویٰ بہیمیہ یا غضبیہ کے مغلوب ہیں ان کی فطرت بدل جاوے بلکہ اُس کا قانون جو قدیم سے بندھا چلا آتا ہے یہی ہے کہ ناقص لوگ جو بمقتضائے اپنے ذاتی نقصان کے گناہ کریں وہ توبہ اور استغفار کرکے بخشے جائیں۔

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد1 صفحہ 188)

ایک اور جگہ بیعت کو توبہ سے جوڑتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’اسی طرح بیعت میں عظیم الشان بات توبہ ہے جس کے معنی رجوع کے ہیں ۔ توبہ اس حالت کا نام ہے کہ انسان اپنے معاصی سے جن سے اس کے تعلقات بڑھے ہوئے ہیں اور اس نے اپنا وطن انہیں مقرر کر لیا ہوا ہے گویا کہ گناہ میں اس نے بودو باش مقرر کر لی ہوئی ہے۔ اُس وطن کو چھوڑنا اور رجوع کے معنی پاکیزگی اختیار کرنا ۔ اب وطن کو چھوڑنا بڑا گراں گزرتا ہے اور ہزاروں تکلیفیں ہوتی ہیں ۔ ایک گھر جب انسان چھوڑتا ہے تو کس قدر اسے تکلیف ہوتی ہے اور وطن کو چھوڑنے میں تو اس کو سب یار دوستوں سے قطع تعلق کرنا پڑتا ہے اور سب چیزوں کو مثل چارپائی،فرش وہمسائے،وہ گلیاں کوچے،بازار سب چھوڑ کر ایک نئے ملک میں جانا پڑتا ہے یعنی اس (سابقہ) وطن میں کبھی نہیں آتا۔ اس کا نام توبہ ہے۔ معصیت کے دوست اور ہوتے ہیں اور تقویٰ کے دوست اور اس تبدیلی کو صوفیاء نے موت کہا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 2)

اس کے حصول کے لئے کوشش اور دعا کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ

’’جب تک انسان مجاہدہ نہ کرے گا، دعا سے کام نہ لے گا وہ غمرہ جو دل پر پڑ جاتا ہے دُور نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ۔(الرعد:12) یعنی خدا تعالیٰ ہر ایک قسم کی آفت اور بلا کو جو قوم پر آتی ہے دُور نہیں کرتا ہے جب تک خود قوم اس کو دُور کرنے کی کوشش نہ کرے۔ ہمت نہ کرے۔ شجاعت سے کام نہ لے تو کیونکر تبدیلی ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک لَا تبدیل سنّت ہے جیسے فرمایا۔ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبۡدِیۡلًا۔ پس ہماری جماعت ہو یا کوئی ہو وہ تبدیل اخلاق اسی صورت میں کر سکتے ہیں جب کہ مجاہدہ اور دعا سے کام لیں ورنہ ممکن نہیں ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 87)

یعنی انسان کے اخلاق جیسے بھی ہوں اگر اصلاح کرنا چاہے تو اصلاح ہو سکتی ہے لیکن اس کے لئے مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ اسی مجاہدہ کا نام توبہ ہے اور حکماء نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ انسان تبدیلی اخلاق پر قادر ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز رمضان المبارک کے دوران ایک خطبہ جمعہ فرمودہ 9جون 2017ء میں فرماتے ہیں۔

’’پس آجکل اس سستی کے دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سامان مہیا فرمائے ہیں۔ اس ماہ میں اخلاق کی بہتری کی طرف بھی ہر ایک کو توجہ دینی چاہئے اور دوسری کمزوریوں اور گناہوں سے بچنے کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے۔.........حصول اخلاق کے لئے توبہ کی

طرف توجہ دلاتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’توبہ دراصل حصولِ اخلاق کے لئے بڑی محرّک اور موٴیّد چیز ہے۔‘‘ (اعلیٰ اخلاق حاصل کرنے ہیں تو وہ بھی توبہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ توبہ صرف یہ نہیں کہ گناہوں سے معافی مانگ لی بلکہ اگر اعلیٰ اخلاق پہ چلنا ہے ان کو حاصل کرنا ہے تو اس کے لئے بھی توبہ بڑی ضروری ہے) اور فرمایا کہ ’’اور انسان کو کاملِ بنادیتی ہے۔ یعنی جو شخص اپنے اخلاقِ سیئہ کی تبدیلی چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ سچے دل اور پکے ارادے کے ساتھ توبہ کرے۔ یہ بات بھی یادرکھنی چاہئے کہ توبہ کے تین شرائط ہیں۔ بِدُوں ان کی تکمیل کے سچی توبہ جسے توبۃ النصوح کہتے ہیں حاصل نہیں ہوتی۔ان ہرسہ شرائط میں سے پہلی شرط جسے عربی زبان میں اِقْلاع کہتے ہیں۔ یعنی اُن خیالات فاسدہ کو دور کردیا جاوے جو اِن خصائل ردّیہ کے مُحرک ہیں‘‘۔ (جو رد کرنے کے لائق چیزیں ہیں، عادتیں ہیں، بیہودہ خیالات ہیں، بداخلاقیاں ہیں ان کو دُور کرنے کے لئے پہلی ضروری شرط یہ ہے کہ انہیں کس طرح دُور کرنا ہے) فرمایا ’’اصل بات یہ ہے کہ تصورات کا بڑا بھاری اثرپڑتا ہے‘‘ (اس کی تفصیل بیان فرماتے ہیں کہ انسان جب کسی چیز کا تصور کرتا ہے تو اس کا انسان کی طبیعت پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے) ’’کیونکہ حیطۂ عمل میں آنے سے پیشتر ہرایک فعل ایک تصوّری صورت رکھتا ہے‘‘۔ (کسی بھی کام کو کرنے کے لئے یا کوئی بھی چیز یا خیال جب عمل میں آتا ہے تو اس سے پہلے وہ ایک خیال ہوتا ہے، ایک تصور ہوتا ہے) ’’پس توبہ کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ ان خیالاتِ فاسدہ و تصوراتِ بد کو چھوڑدے۔ مثلاً اگر ایک شخص کسی عورت سے کوئی ناجائز تعلق رکھتا ہو تو اسے توبہ کرنے کے لئے پہلے ضروری ہے کہ اس کی شکل کو بدصورت قرار دے اور اس کی تمام خصائل رذیلہ کو اپنے دل میں مستحضر کرے کیونکہ جیسا میں نے ابھی کہاہے تصورات کا اثر بہت زبردست اثر ہے اور‘‘ فرماتے ہیں ’’میں نے صوفیوں کے تذکروں میں پڑھا ہے کہ انہوں نے تصور کو یہاںتک پہنچایا کہ انسان کو بندر یا خنزیر کی صورت میں دیکھا۔ غرض یہ ہے کہ جیسا کوئی تصور کرتاہے ویسا ہی رنگ چڑھ جاتا ہے۔ پس جو خیالاتِ بد لذّات کا موجب سمجھے جاتے تھے ان کا قلع قمع کرے۔ یہ پہلی شرط ہے۔‘‘(تصور میں ان کو گندہ سمجھے)۔

’’دوسری شرط ندم ہے۔ یعنی پشیمانی اور ندامت ظاہر کرنا۔ ہر ایک انسان کا کانشنس اپنے اندر یہ قوت رکھتا ہے کہ وہ اس کو ہر برائی پر متنبہ کرتا ہے‘‘۔ فرمایا ’’مگر بد بخت انسان اس کو معطل چھوڑدیتا ہے۔‘‘ (اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر جو ایک صلاحیت رکھی ہوئی ہے اس سے کام نہیں لیتا) ’’پس گناہ اور بدی کے ارتکاب پرپشیمانی ظاہر کرے اور یہ خیال کرے کہ یہ لذّات عارضی اور چندروزہ ہیں۔‘‘ (یہ دنیا کی لذات جو ہیں بالکل عارضی ہیں۔ چند دنوں کی ہیں) ’’اور پھر یہ بھی سوچے کہ ہر مرتبہ اس لذت اور حظ میں کمی ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ بڑھاپے میں آکر جبکہ قویٰ بیکار اور کمزور ہوجائیں گے آخر ان سب لذّاتِ دنیا کو چھوڑنا ہوگا۔ پس جبکہ خود زندگی ہی میں یہ سب لذّات چھوٹ جانے والی ہیں تو پھر ان کے ارتکاب سے کیاحاصل؟‘‘ فرماتے ہیں ’’بڑا ہی خوش قسمت ہے وہ انسان جو توبہ کی طرف رجوع کرے اور جس میں اوّل اِقلاع کاخیال پیداہو۔ یعنی خیالات فاسدہ و تصورات بیہودہ کو قلع قمع کرے۔ جب یہ نجاست اور ناپاکی نکل جاوے تو پھر نادم ہو اور اپنے کئے پر پشیمان ہو۔

تیسری شرط عزم ہے۔ یعنی آئندہ کے لئے مصمّم ارادہ کر لے کہ پھر ان برائیوں کی طرف رجوع نہ کرے گا اور جب وہ مداومت کرے گا تو خدا تعالیٰ اسے سچی توبہ کی توفیق عطاکرے گا۔ یہاںتک کہ وہ سیّئات اس سے قطعاً زائل ہوکر اخلاق حسنہ اور افعال حمیدہ اس کی جگہ لے لیں گے اور یہ فتح ہے اخلاق پر‘‘۔ فرمایا کہ ’’اس پر قوت اور طاقت بخشنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے کیونکہ تمام طاقتوں اور قوتوں کا مالک وہی ہے۔ جیسے فرمایا اَنَّ الۡقُوَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا۔ ساری قوتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں اور انسان ضعیف البنیان تو کمزور ہستی ہے۔ خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِیۡفًا اس کی حقیقت ہے۔ پس خداتعالیٰ سے قوت پانے کے لئے مندرجہ بالا ہر سہ شرائط کو‘‘ (یہ جو تینوں شرائط ہیں) ’’کامل کرکے انسان کسل اور سستی کو چھوڑدے اور ہمہ تن مستعد ہوکر خداتعالیٰ سے دعا مانگے۔ اللہ تعالیٰ تبدیل اخلاق کردے گا۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 138 تا 140)

(الفضل انٹرنیشنل 30جون2017ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی ارشاد پرسب کچھ چھوڑ دیا، سب بھول کر ایک نئی زندگی میں داخل ہو گئے اور پھر کبھی واپسی کا خیال بھی دل میں پیدا نہ ہوا۔اس عزم اور اس توبہ کے ساتھ رمضان کی برکتوں سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اس ہجرت کے لئے جو ذرائع خدا نے ہمیں میسر کئے ہیں وہ یہ ہیں کہ رمضان کے روزوں کے ساتھ ساتھ عبادات یعنی نماز باجماعت، ذکر الٰہی، نوافل میں باقاعدگی اور حسن پیدا کریں، قرآن کریم کی تلاوت کریں اور اس کا ترجمہ پڑھیں، احادیث پڑھیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کریں، خلافت سے وابستہ ہوجائیں یعنی دعا کے لئے خط لکھیں، خلیفۃ المسیح کاخطبہ جمعہ باقاعدگی سے سنیں اور دعاؤں کی طرف مسلسل توجہ دیں۔ ان نیکیوں کی طرف متوجہ رہیں یعنی مالی قربانی کریں، رشتہ داروں سے صلہ رحمی کریں، اہل خانہ سے حسن سلوک کریں، لین دین میں معاملہ صاف رکھیں،والدین کی عزت کریں، بچوں کا خیال رکھیں،مخلوق سے ہمدردی کریں، اخلاق حسنہ یعنی سچائی، امانت، دیانت، ایثار،حسن ظنی، شکر،عفو،عدل و احسان، پاک دامنی کی پیروی کریں۔ نیز ان بدیوں یعنی جھوٹ، بخل، بدظنی، حسد، غیبت، خیانت، چوری اور عیب جوئی وغیرہ سے بچتے رہیں۔

انسان کی زندگی میں اپنی سمت درست کرنے ، اپنا محاسبہ کرنے اور نئے عہد باندھنے کے لئے رمضان آتاہے۔ نیکی کے سفر کا ارادہ کرنے والےکے لئے پختہ عزم اور عہد باندھنے کے یہ دن ہیں ۔ ہر رمضان میں ایک انسان ایک نیکی اپنانے اور ایک بدی چھوڑنے کا مصمم ارادہ کرے تو بات کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔

یہ نیکی سے بدی کا سفرآسان نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اَلدُّنۡیَا سِجۡنٌ لِلۡمُؤۡمِنِ وَجَنَّۃٌ لِلۡکَافِرِ یعنی اللہ کی رضا کے سفر کے لئے مومن کو بعض مشکلات برداشت کرنی پڑتی ہیں، عبادات کی حقیقی لذت کے لئے راتوں کو بستر چھوڑ نا پڑتا ہے ۔ اپنی نفسانی خواہشات کو خیر آباد کہہ کر اللہ اور اس کے رسول کی خواہشات اور جذبات کو ملحوظ خاطر رکھنا پڑتا ہے۔ اللہ کرے کہ ہم سب خلافت کے وفادار، جاں نثار اور مطیع و فرمانبردار بنیں۔ہمارا خدا ہم سے راضی ہواور حقیقی اور اصلی توبہ کی ہمیں توفیق دے۔ آمین

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔

’’یاد رکھو کہ جس خدا نے دنیوی ہجرت کے نتیجے میں اپنے کئے گئے وعدے تمہاری توقعات سے بھی بڑھ کر پورے فرمائے وہ تمہاری روحانی ہجرت کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ تم پر موت نہیں آئے گی جب تک تمہارا دل تسکین سے نہ بھر جائے جب تک وہ سب لذتیں سینکڑوں گنا زیادہ عطا نہ کی جائیں جن لذتوں کو خدا کی خاطر تم نے چھوڑ اہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے ۔‘‘

(خطبہ جمعہ 23۔اگست 1996ء)

******

رنگ باتیں کریں اور باتوں سے خوشبو آئے

زاہدہ یاسمین

امسال بھی ماہ رمضان اپنی تمام تر برکات و فیوض کے جلو میں بڑی آن و شان کے ساتھ جلوہ افروز ہوا ہے، اگرچہ روایتی گھما گھمی اور رونق کچھ پھیکی سی ہے کہ بقول شاعر

؎ بدلہ ہوا ہے آج میرے آنسوؤں کا رنگ

تاہم اس رنگ میں کچھ نئے عکس بھی ہیں، کچھ تیزی سے بدلتی ہوئی دنیا کو طفل سادہ و حیران کی طرح سے دیکھتے ہوئے ہم لوگ، سُپرپاورز اپنے تمام تر وسائل کے باوجود اپنے لوگوں کو مرتا دیکھ کر بزبان حال ’’ھوالموجود‘‘ کا اعتراف کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ کچھ لوگوں کے لیے یہ صورت حال ایک لانگ ویک اینڈ کی طرح ہے جس میں سے وہ لطف طبع اور لذت کام و دہن کا ہر رنگ کشید کر لینا چاہتے ہیں اور کچھ لوگوں کے لیے آجکل دنیا کے رنگ نہایت شوخ و شنگ ہیں کیونکہ سفید پوشی کا بھرم رکھتے ہوئے، سوال کی ذلت اور امداد وصول کرتے ہوئے سیلفی کی رسوائی سے بچتے بچتے اب ہارنے کو تھے لیکن صاحبِ دل اور دردِ دل رکھنے والوں نے محض خدا کی خاطر اپنے دستر خوان وسیع کر لیے ہیں کہ دل بےاختیار یہ کہتا ہے ’’ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں‘‘

اس نیکی کا رنگ آسماں کے نیلے رنگ کی طرح ٹھنڈا، میٹھا اور بےپناہ طمانیت کا حامل ہے۔ سبز اور سفید رنگ تو یوں بھی ہمیں عزیز ہیں کہ سبز رنگ سے پہلا تصور گنبد خانۂ رسول ﷺ کا آتا ہے اور سفید رنگ تو نیکی، طہارت، تقویٰ کارنگ ہے گویا اس کو رنگوں کا مرشد کہا جائے تو بےجا نہ ہوگا اور آج کل اس رنگ کا تصور جان ہتھیلی پر رکھ کر لوگوں کی خدمت کے لیے ہر لحظہ وقف خدام احمدیت کے ساتھ وابستہ محسوس ہوتا ہے جو

ہمیں کارم، ہمیں بارم، ہمیں رسمم، ہمیں راہم

کی ہمیشہ سے زیادہ عملی تفسیر بنے ہوئے ہیں۔ اور کچھ رنگ جو نہاں خانۂ دل سے نکل کر بھی ہمیں مسکرانے، کبھی زیر لب تبسم، کبھی غیر محسوس سی نمی سے ہمکنار کرتے ہیں، عین ممکن ہے کہ آپ کی یادوں کے شیڈز بہت کچھ راقم الحروف کے مفروضہ رنگوں سے مختلف ہوں لیکن احساس و جذبات کا یہ عالم ہے کہ مدت سے جو فرصت ملنے کی آرزو تھی وہ اس حال میں ملی ہے کہ صرف خود سے ہی ملاقات ہو پائی ہے، اپنے سے گلے کئے ہیں، اپنے آپ کو جھنجھوڑا ہے، اپنے آپ کو گردن سے پکڑ کر اپنا نامۂ اعمال دیکھنے پر مجبور کیا ہے جہاں سیاہی تو بے پناہ ہے لیکن چند اشکِ ندامت بھی لرزتے لیکن چمکتے دکھائی دیتے ہیں اور ہم جیسے بےعمل اسی بات پر خوش ہو کر نہ صرف خود کو معاف کر بیٹھے ہیں بلکہ تاحال محو نالۂ جرسِ کارواں ہیں ، نالہ نیم شب میں ابھی بہت سی کسر باقی ہے۔ رنگوں کی اس کہانی کو یہاں سمیٹتے ہیں کہ کائنات کی ہر چیز رو بہ زوال ہے ، ہر رنگ پھیکاپڑنے والا ہے، وقت کے ساتھ کچھ رنگ گہرے ہو جائیں گے جیسے سچی رفاقت کے رنگ، وفا اور احساس کے رنگ، تجربے، مشاہدے اور شعورکے رنگ اور کچھ رنگ اپنی زندگی کھودیں گے جیسے مصنوعی رنگ، تکلفات ، کبر و ریاء کے رنگ، اس کھوکھلی انا اور آن بان کے رنگ جس نے سکھ شائد بالکل نہ ہونے کے برابر لیکن دکھ اور آزار بہت دیا، بالکل جھوٹے نگینوں کے اس زیور کی طرح جس کے ملمع سے مکمل باخبر ہوتے ہیں اور کچھ بے آرام سے کہ

غیروں پر کھل نہ جائے کہیں راز دیکھنا

سو ایسے بے بس لمحوں میں کتاب فطرت اپنے لافانی، ابدی اور عالمگیر درس دانش کا ایک باب وا کر کے ایک غیرمتبدل سچ ہمارے کانوں میں رس گھولتے ہوئے یوں انڈیلتی ہے کہ ایک سوال ہمارے سامنے رکھتی کہ صِبۡغَۃَ اللّٰہِ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبۡغَۃً (سورۃ البقرہ :آیت 139) کہ اللہ کا رنگ ہی سب سے حسین و خوشنما رنگ ہے ، ہر نور کا دھارا اسی میں سے پھوٹتا ہے اور ہر رنگ اسی کی ذات لا محدود کے اندر مدغم ہو جائے گا سو خرد کا تقاضا تو یہ ہے اس رنگ کو منتخب کر کے، پکڑ کے دیوانگی کے عالم میں خود کو ہمہ وقت پیا رنگ میں رنگنے کی مالا جپی جائے ، اور

من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جاں شدی

کے مصداق اپنی ہر خواہش، جذبات، ارمان، تمنا، طلب، آرزو، لگن، چاہت، غرض یہ کہ ہر وہ جذبہ جو سوال اور تقاضا اپنے اندر رکھتا ہے وہ محبوبِ الٰہی کی مرضی سے مشروط ہو جائے تو یہ کہتے ہیں پھر کون ہے جو ہمارے رنگ چرا سکے یا مٹا سکے کہ یہی تو جاوداں رنگ ہے یعنی رنگِ تقویٰ۔

رنگِ تقوی سے کوئی رنگت نہیں ہے خوب تر
ہے یہی ایماں کا زیور ہے یہی دیں کا سنگھار

دوست محمد شاہدؔ مؤرخ احمدیت مرحوم

تبرکات

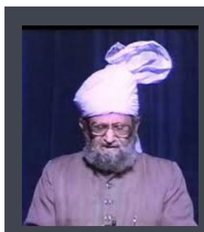

قرآن مجید کی ایک جغرافیائی صداقت کا خارق عادت ظہور

ہمارے نبی اور نبیوں کے سرتاج محمد مصطفیٰ ﷺ ایسے زمانے میں مبعوث ہوئے جب روما کی عیسائی سلطنت دنیا کی ایرانی حکومت کے متوازی مغرب کی سب سے بڑی طاقت تسلیم کی جاتی تھی جس کا سرکاری عقیدہ حیات مسیح تھا اور اس دور میں ہر طرف طوفان کی طرح مسلط ہو چکا تھا ۔ اس ماحول میں قرآن مجید نے انکشاف کیا کہ وَاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ (مومنون :51) یعنی حادثہ صلیب کے بعد ہم نے مسیح اور ماں کو ایسے ملک میں پہنچا دیا جس کی زمین بہت اونچی تھی پانی صاف تھا اور بڑے آرام کی جگہ تھی۔

قرآن نے یہ بھی بتایا کہ آنحضرت ﷺ کی زبان عرش کے خدا کی زبان ہے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایاکہ حضرت عیسیٰ بن مریم پر وحی کی گئی کہ ایک جگہ سےدوسری جگہ منتقل ہو جاؤ تا کہیں تمہاری شناخت نہ ہو جائے ورنہ تکلیف پاؤ گے چنانچہ آپ زمین کی سیاحت پر نکل کھڑے ہوئے اس دوران میں جنگل کی سبزیاں استعمال کرتے اور چشموں کا پانی پیا کرتے تھے اور ایک سو بیس سال میں وفات پائی۔

(خلاصہ احادیث مندرج کنز العمال)

قرآن مجید نے حضرت مسیح کے دار الہجرت کی جغرافیائی علامات یہ بتلائیں کہ سمندر سے اس کی سطح مرتفع بہت اونچی ہے (ربوہ) اس کے نظارے نہایت درجہ پُرکشش ہیں ، سردی اس میں بلا کی پڑتی ہے۔ پر سکون اور مستحکم جگہ اور محفوظ مقام ہے یہ سب معانی مشہور اور مستند عربی لغت ’’معجم اعظمی‘‘ میں بیان ہوئے ہیں جو عالم ازہر اور معتمد جماعت الاخوۃ الاسلامیہ مصر جناب محمد حسن الاعظمی کی فاضلانہ تالیف ہے۔ اور اس میں کسے کلام ہے کہ یہ تمام قدرتی اوصاف کشمیر کے دار السلطنت سری نگر میں بدرجہ اتم موجود ہیں جس کی تصدیق کشمیر کی قدیم تاریخ مُلّا نادری اور بارھویں صدی ہجری کے کشمیری بزرگ حضرت محمد اعظم شاہ کی تاریخ کشمیر اعظمی سے بھی ہوتی ہے اور جدید تحقیقات نے حقائق سے ایسا پردہ اٹھادیا ہے اور خدا کے ارادہ سے ایسے اسباب پیدا ہو گئے ہیں جن سے سرینگر کے محلہ خان یار میں واقع قبر مسیح چاردانگ عالم میں شہرت پا چکی ہے ۔ کشمیر کے ماہر آثار قدیمہ اور ریسرچ سکالر جناب محمد یسین نے اس موضوع پر مسٹریز آف کشمیر (MYSTERIES OF KASHMIR) لکھی ہے اسی طرح ہسپانوی مورخ انڈریا س فالبر قیصر کے قلم سے تاریخی اور جدید انکشافات کی بناء پر ایک معرکہ آرا کتاب JESUS DIED IN KASHMIR کے نام سے منصّہ شہود پر آچکی ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا عربی لغت کے مطابق حضرت مسیح کے جائے پناہ کو ’’ذات قرار‘‘ سے موسوم کیا گیا ہے جس کے ایک معنی محفوظ مقام کے ہیں اور یہ خارق عادت بات ہے کہ جہاں8۔اکتوبر2005ء کے حالیہ قیامت خیز زلزلہ سے مظفر آباد کھنڈرات میں بدل گیا ہے وہاں سرینگر میں جھٹکے ضرور آئے مگر نہ صرف یہ کہ اس کے ’’معین‘‘ یعنی اس کے چشمے پوری شان سے جاری رہے بلکہ ’’ ذات قرار‘‘ ہونے کے باعث کوئی قابل ذکر عماراتی نقصان نہیں ہوا جس نے جو قرآن مجید کی جغرافیائی صداقت پر اعجازی رنگ سے مہر تصدیق ثبت کردی یہی نہیں زمانہ تاریخ سے 2005ء تک کی جدید تحقیق کے مطابق سر ینگر میں زلزلوں سے عمارتوں کی بربادی یا چشموں کے خشک ہونے کا کوئی ایک واقعہ نہیں ملتا۔ قرین قیاس یہی ہے کہ خدائے قادر و توانا نے اپنی کسی خاص مصلحت کے لئے مزار مسیحؑ کے قرار یعنی حفاظت کا ازل سے خود ہی سامان رکھا ہے۔واللہ اعلم بالصواب

سری نگر کے پیارے اور شریف النفس مسلمان

اخبار ’’جنگ‘‘ نے 13 اگست 1993ء کے ’’ جمعہ میگزین‘‘ کے صفحہ 7 پر پاکستان کے ایک انشاءپرداز اور فاضل کے قلم سے یہ رپورٹ شائع ہوئی۔

’’23مئی (1944ء) سرینگر...... ہر مسلمان بلاتمیز عقیدہ و فرقہ مسلم لیگ کا ممبر بن سکتا ہے کشمیر پریس میں قائد اعظم کا بیان......

’’مجھ سے ایک پریشان کن سوال پوچھا گیا کہ مسلمانوں میں مسلم کانفرنس کا ممبر کون ہو سکتا ہے ؟ یہ سوال خاص طور پر قادیانیوں کے سلسلے میں پوچھا گیا۔ میرا یہ کہنا ہے کہ جہاں تک آل انڈیامسلم لیگ کے آئین کا تعلق ہے تو اس میں درج ہے کہ ہر مسلمان بلا تمیز و عقیدہ و فرقہ مسلم لیگ کا ممبر بن سکتا ہے بشرطیکہ وہ مسلم لیگ کے عقیدہ پالیسی اور پر وگرام کو تسلیم کرے۔ رکنیت کے فارم پر دستخط کرے اور دو آنے چندہ ادا کرے میں جموں و کشمیر کے مسلمانوں سے اپیل کروں گا کہ وہ فرقہ وارانہ سوالات نہ اٹھائیں بلکہ ایک ہی پلیٹ فارم پر ایک ہی جھنڈے تلے جمع ہو جائیں اسی میں مسلمانوں کی بھلائی ہے اس سے نہ صرف مسلمان مو ثر طریقے سے سیاسی،سماجی ، تعلیمی اور معاشرتی ترقی کر سکتے ہیں بلکہ دیگر اقوام بھی ‘‘ (کالم 2,1)

جموں کے نام نہاد لیڈروں کا رخِ کردار

یہ حقیقت ہے کہ کشمیر خصوصاً سرینگر کے پاک نفس اور روشن خیال مسلمانوں نے 1944ء سے اب تک قائد اعظم کی اس نصیحت کو اپنے دل میں جگہ دی ہے اور احمدیوں کے خلاف کوئی فرقہ وارانہ مسئلہ کھڑا نہیں کیا لیکن افسوس صد افسوس جموں کے نام نہاد مسلمان لیڈروں نے اس کی دھجیاں بکھیرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا ۔ اور جیسا کہ سر دار گل احمد خاں کوثر سابق چیف پبلٹی آفیسر آزاد کشمیر حکومت اور مورخ کشمیر جناب پریم ناتھ بزاز نے تاریخ جدو جہد حریت کشمیر (HISTORY OF THE STRUGGLE FOR FREEDOM IN KASHMIR) میں لکھا ہے کہ آزاد کشمیرحکومت کا قیام 3۔اکتوبر 1947ء کو عمل میں آیا اور اس کے پہلے صدر کشمیر کے ایک معروف احمدی اور حریت کشمیر کے نامور لیڈر جناب خواجہ غلام نبی گلکار مقرر کئے گئے مغربی تاریخ دان لارڈ برڈوڈ نے اپنی کتاب ’’دو قومیں اور کشمیر‘‘میں بھی اس کی تصدیق کی ہے ۔ علاوہ ازیں 1931ء کی تحریک آزادی کشمیر میں جماعت احمدیہ نے جو سنہری خدمات انجام دیں وہ ہمیشہ سنہری حروف میں لکھی جائیں گے۔ استعماری طاقتوں کی مخالفت کے باوجود فرزند احمدیت حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کی اہل کشمیر کی سلامتی کونسل میں فقید المثال ترجمانی اور کونسل کی استصواب سے متعلق قرار داد کی منظوری کا کارنامہ قیامت تک چاند ستاروں کی طرح چمکتا رہے گا ۔ سردار محمد ابراہیم خاں سابق صدر آزاد کشمیر کا چشم دید بیان ہے چونکہ سر ظفر اللہ خاں نے فلسطین کے مسلمانوں کی حمایت کی تھی اس لئے نیو یارک کا یہودی پریس پاکستان کو اور جناب حمید نظامی کی روایت کے مطابق چوہدری صاحب کو اپنا بدترین دشمن سمجھتا تھا ‘‘

(ملاحظہ ہو کتاب متاع زندگی از سردار ابراہیم ۔
نشان منزل صفحہ 172۔ خطوط حمید نظامی)

ظلم وستم کی حد یہ ہے کہ جمونی اور جنونی قیادت نے اپنے محسن عظیم کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے یہودیوں سے بڑھ کر اس یگانہ روز گار شخصیت کی توہین وتضحیک کی حتی کہ اسے بھی کافر تک قرار دے دیا ۔

مستقبل کا مؤرخ یقیناً یہ معلوم کرکے ورطہء حیرت میں ڈوب جائے گا کہ آزاد کشمیر حکومت کی فرقہ پرست جمونی قیادت پورے جوش جنوں کے ساتھ ریاست کے وفادار اور مخلص احمدیوں پر1950ء سے اکتوبر 2005ء تک ظلم وستم کا پہاڑ توڑتی رہی۔ اسی قیادت نے اپریل 1973ء میں میجر محمدایوب کی قرار داد کے ذریعہ مظفر آبادی اسمبلی سے نے احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا بعد ازاں 1974ء مسیح محمدی کے غلاموں کے لئے آزاد کشمیر کی سرزمین کربلا بنادی گئی ۔ اس خونچکاں پُر فتن اور پُر آشوب سال جن احمدی جماعتوں پر حشر بپاکیا گیا ان میں سے بعض شہروں کے نام یہ ہیں ۔

مظفر آباد،باغ،تراڑکھل،کوٹلی،بھمبر، دولیاں جٹاں، بھابڑہ،گوئی، چکار،خلیل آباد،میرا بھڑکا،دڑہ شیر خاں

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو روزنامچہ 1974ء ناشر جناب افضل ربّانی ۔یاسر منصور احمد صاحب معرفت ہفت روزہ لاہور عقب ہائی کورٹ لاہور، اشاعت جون 2001ء)

یہ بھی تو غنیمت ہے کہ ہر ظلم کی تکمیل
غیروں سے جو ہوتی تھی وہ یاروں سے ہوئی ہے

(شاعر احمدیت حضرت ثاقب زیروی)

1974ء کے بعد فتنہ بظاہر دب گیا مگر اندر ہی اندر سلگتا رہا اسی ماحول میں 13،اگست 1979 ء کو کوٹلی کے ایک خاموش طبع فرشتہ سیرت اور نافع الناس بزرگ علم الدین صاحب دن دھاڑے خنجر سے شہید کر دیئے گئے ۔ ریاستی احمدیوں نے صبرو تحمل کی ایک نئی تاریخ رقم کی اور بزبان حال یہ کہتے ہوئے اپنی سجدہ گاہوں کو آنسوؤں سے تر کر دیا ۔

اور بھی دور فلک ہیں ابھی آنے والے
ناز اتنا نہ کریں ہم کو ستانے والے

آیت قرآنی میں ایک سر بستہ رازاسیروں کے رستگار اور کشمیر کمیٹی کے صدر حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الثانی نے 22 جنوری 1932ء کے خطبہ میں احمدیوں کو خاص تحریک فرمائی کہ ’’مسلمانان کشمیر کی مال اور دعاؤں سے مدد کریں‘‘ اس خطبہ میں حضور نے آزادیٔ کشمیر کی پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا۔

’’ کشمیر کے مسلمان یقیناً غلام ہیں اور ان کی حالت دیکھنے کے بعد بھی جو یہ کہتاہے کہ ان کو کس قسم کے انسانی حقوق حاصل ہیں وہ یا تو پاگل ہے اور یا اوّل درجہ کا جھوٹا اور مکار،ان لوگوں کو خدا تعالیٰ نے بہترین دماغ دیئے ہیں اور اُن کے ملک کو دنیا کی جنت بنایا ہے مگر ظالموں نے بہترین دماغوں کوجانوروں سے بدتر اور انسانی ہاتھوں نے اس بہشت کو دوزخ بنادیاہے اس لئے وہ اب چاہتا ہے کہ جسے اس نے پھول بنایا ہے وہ پھول ہی رہے اور کوئی ریاست اور حکومت اسے کانٹا نہیں بنا سکتی ۔روپیہ چالاکی مخفی تدبیریں اور پروپیگنڈاکسی ذریعہ سے بھی اسے کانٹا نہیں بنایا جاسکتا۔ چونکہ خدا تعالیٰ کا منشایہ ہے اس لئے کشمیر ضرور آزاد ہوگا اور اس کے رہنے والوں کو ضرور ترقی کا موقع دیا جائے گا‘‘۔

(الفضل 31 جنوری 1932ء)

خدا کے خلیفہ موعود کی اس عظیم الشان پیشگوئی کی روشنی میں آیت ’’ ذات قرارومعین ‘‘ میں یہ راز پوشیدہ معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ امن عالم کے قیام میں سری نگر کو ایک اہم رول ادا کرنے کی توفیق پائے گا اور علوم وفنون کا سر چشمہ ثابت ہوگا ۔ خدا کرے یہ روحانی وعلمی انقلاب ہم اپنی آنکھوں سے بہت جلد مشاہدہ کر سکیں ۔

ہم تہی دست ترے در پہ چلے آئے ہیں
لطف سے اپنے عطا کر ید بیضا ہم کو

سید شمشاد احمد ناصر ۔ امریکہ

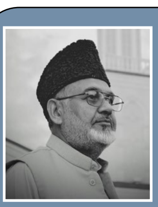

جماعت احمدیہ امریکہ کی، ہیومینیٹی فرسٹ کا کرونا وبا کے حوالے سے کی جانے والی بے لوث خدمات کا مختصر جائزہ

امریکہ میں جب سے کرونا وائرس کی وبا پھیلی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر سطح پر جماعتِ احمدیہ کے افراد نے عوام الناس کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرنا شروع کیا ہوا ہے۔ جماعتِ احمدیہ کے ڈاکٹرز، نرسیں، فارماسسٹ کے علاوہ خواتین، نوجوان، بچے سب اپنے اپنے دائرہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایات کے مطابق خدمتِ انسانیت میں لگے ہوئے ہیں۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

اس وقت ہیو مینیٹی فرسٹ امریکہ کی رپورٹ پیش خدمت ہے۔ چیئرمین ہیو مینیٹی فرسٹ مکرم منعم نعیم اور ان کے دیگر ساتھیوں میں سے مکرم ماجد خان ، مکرم حامد ملک ،مکرم وقار باجوہ نے جو رپورٹ دی ہے اُس کے مطابق کرونا وائرس کی وبا پھوٹنے کے ساتھ ہی ہیو مینیٹی فرسٹ نے امریکہ میں مقیم جماعتِ احمدیہ کی ذیلی تنظیموں و دیگر خدمتِ خلق کے رفاہی اداروں کے ساتھ مل کراپنی کاوشوں کا آغاز کر دیا تھا۔ قریباً250 ممبران نے اندراج کے ساتھ اس کارِ خیر میں اپنی خدمات بلا معاوضہ پیش کرنے کا عہد باندھا اور روزانہ کی بنیاد پر 50 سے 60 افراد گھنٹوں خدمتِ عمل میں مصروف رہے۔اور تا حال 15 ہزار گھنٹوں سے زائد کام کر چکے ہیں۔

ہیومینیٹی فرسٹ کے تحت جن چند ایک نمایاں خدمات کی بفضلہٖ تعالیٰ توفیق ملی۔ بغرض دعا اُن کا تذکرہ حسبِ ذیل ہے:

ریاستہائے متحدہ امریکہ میں کئی ایک مختلف مقامات پر کھانے پینے اور بنیادی اشیائے ضروریات کے سنٹر جن میں خوراک اور راشن کی سہولیات فراہم کی جا رہی ہیں۔وقت کے ساتھ ساتھ ان کی تعداد میں مسلسل اضافہ کیا جا رہا ہے جہاں سے ہزاروں کو تقریباً 95 ہزار انفرادی کھانے ہفتہ وار راشن یا پکے پکائے کھانوں کی شکل میں تقسیم کئے گئے۔ یہاں اِس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ کارکنان اور ضرورت مند افراد حفظِ صحت کے ان اصولوں پر عمل پیرا ہوں جن کا امریکہ حکومت اور ادرہ صحت WHO اور CDC کی طرف سے اجراء کیا گیا ہے۔ جن میں بطورِ خاص باہمی فاصلہ اور ماسک وغیرہ کے استعمال کو مدِنظر رکھا جاتا ہے۔ غذائی ضروریات کے ساتھ مالی معاونت ہیومینیٹی فرسٹ کے بنیادی اصولوں کی ایک اکائی ہے۔

خداتعالیٰ کے فضل سے مندرجہ ذیل مساجد ، مقامات پر ہیو مینیٹی فرسٹ کے تحت غذائی ضروریات پورا کرنے کے راشن تقسیم کرنے کے اور طبّی معاونت کے سنٹر فعال ہیں۔

1۔ بیت النصر (ولنگ بورو۔نیوجرسی) گزشتہ تین ہفتوں میں 28ہزارانفرادی کھانے ہفتہ وا راشن کے طور پر تقسیم کئے گئے۔

2۔ بیت المسرور (مناسس۔ ورجینیا) گزشتہ تین ہفتوں میں قریباً9 ہزار 600انفراد ی کھانے تقسیم کئے گیا۔

3۔ بیت المبارک (شینٹلی۔ ورجینیا) گزشتہ تین ہفتوں میں تقسیم کئے گئے کھانوں کی تعداد 2 ہزارسے زائد تھی۔

4۔ بیت العافیت (فلاڈیلفیا، پنسلوینیا) گزشتہ تین ہفتوں میں 1500 کھانوں کے برابر راشن تقسیم کیا گیا۔

5۔ اوش کاش (وِسکانسن) ہیو مینیٹی فرسٹ مقامی تعلیمی اداروں کی معاونت سے سکول کے بچوں کو پکے ہوئے کھانے تقسیم کر رہی ہے جن کی اب تک تعداد 3 ہزار سے زائد ہے۔

6۔ بیت الہادی (اولڈ برج۔نیو جرسی) قریباً 35خاندانوں کو Angles of Actions کے ساتھ مل کر راشن مہیا کیا گیا۔ جو اگلے ہفتے ایک صد خاندانوں تک بڑھا دیا جائے گا۔ انشااللہ۔

7۔ ہیوسٹن میں مقامی فلاحی ادارے کےتعاون کے ساتھ42 ہزار 600 کھانوں کے برابر راشن تقسیم کیا گیا۔

ان کے علاوہ سلیکان ویلی میں 1700، صادق مسجد شکاگو میں 1500 اور سیاٹل میں 960کھانے تقسیم کئے گئے۔ سنٹرل جرسی میں600، بیت الظفر نیو یارک میں 5360 پکے ہوئے کھانے تقسیم کئے گئے۔

ہیو مینیٹی فرسٹ طلباء تنظیم کے تحت مستحق افراد میں راشن تقسیم کئےگئے جس میں اورلینڈو میں 304، ٹولیڈو میں697، میامی میں 100،اٹلانٹا میں75، پورٹ لینڈ میں 480 افراد میں راشن تقسیم کئے گئے۔

اسی طرح ہیو مینیٹی فرسٹ نے امریکہ کی مختلف ریاستوں میں متعدد رفاہی اداروں کی معاونت سے مستحقین کے لئے کھانے پینے کی اشیاء تقسیم کیں۔ ان ریاستوں میں نمایاں مقامات اٹلانٹا، آسٹن، اورلینڈو ، وِلنگ بورو ، ٹولیڈو ، شکاگو ، میامی ، ہیوسٹن ، اوش کاش اور ورجینیا ہیں جہاں تقریباً 80 واقفین نے راشن اور کھانا تقسیم کیا۔ہیو مینیٹی فرسٹ کے تحت اندازاً 50 ہزار سے زائد کھانے یا اس کے برابر راشن مہیا کیا گیا جس میں امریکہ بھر سے متعدد رضاکاروں نے حصہ لیا۔

ہیو مینیٹی فرسٹ امریکہ کے تحت20 ممبران پر مشتمل ایک ٹیم تشکیل دی گئی جو ایک کال سنٹر کے تحت طبّی ، مالی اور غذائی ضروریات کے حوالے سے مستحقین کے ساتھ رابطہ رکھے ہوئے ہے۔ گھروں تک سامان پہچانے کا انتظام بھی جاری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وائرس کے پھیلاؤ کو روکنے کے لئے رضاکاروں کو ماسک فراہم کئے گئے۔ نارتھ ورجینیا، سنٹرل ورجینیا، سلیکان ویلی، پورٹ لینڈ اور فلوریڈا میں 5559ماسک (جن میں100 N95ماسک، 2900میڈیکل ماسک اور1659 لجنہ کے گھر میں سیے گئےماسک شامل ہیں) اور2000دستانے کئی ایک ہسپتالوں، میڈیکل عملہ، پولیس، نرسنگ ہومز، فرنٹ لائن ورکرز اور مقامی کلینکس کو مہیا کئےگئے۔

حضورِ انور ایّدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات اور براہِ راست رہنمائی کی روشنی میں ہیو مینیٹی فرسٹ کے تحت اس وبائی مرض سے نمٹنے کے لئے کئی ایک اقدامات کئے گئے جن میں مجلس خدام الاحمدیہ کی وساطت سے اشیائے خورونوش کے سنٹرز کا قیام اور مقامی اداروں کے ساتھ مل کر گھروں تک کھانا پہچانا، لجنہ اماء اللہ کی معاونت کے ساتھ ماسک سلائی کروا کر ہیو مینیٹی فرسٹ کے رضاکاروں اور دیگر افراد میں تقسیم کرنا شامل ہے۔ اسی طرح متعدد مساجد (جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے) میں سنٹر قائم کرکے ضرورتمندوں میں بنیادی خورونوش کی اشیاء تقسیم کی جا رہی ہیں۔ نیز26مارچ سےایک ہیلپ لائن کا روزانہ 12 گھنٹے اجراء کر دیا گیا ہے جہاں رضاکار ڈاکٹروں و دیگر طبّی عملہ پر مشتمل ٹیم حفظانِ صحت سے متعلق آگاہی کے لئے ہمہ وقت مصروفِ عمل ہے۔COVID-19 کے اس وبائی مرض سے بچاؤ کو یقینی بنانے کے لئے لوگوں کو مفت معلومات فراہم کی جارہی ہیں اور کسی بھی مشتبہ علامات سے متعلق مذید رہنمائی اور ہدایات کے لئےہیلپ لائن سے رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

خدا تعالیٰ کے فضل و احسان سے بے شمار امریکن افراد روزانہ کی بنیاد پر ہیو مینیٹی فرسٹ کی ان طبّی و غذائی سہولیات سے مستفیذ ہو رہے ہیں۔ ان میں سے کئی ایک نے برملا خدمتِ خلق کے اس بے لوث جذبے کو سراہا ا ور فرطِ جذبات سے مغلوب نظر آئے۔ کئی ایک نے سوشل میڈیا پر ان خدمات کو شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا اور اپنی نیک تمناؤں کا اظہار کرتے رہے۔

مضمون کی طوالت کے پیش نظر جن کا فرداً فرداً ذکر ممکن نہیں بعض مقامات پر تقسیمِ راشن اور طبّی خدمات کے دوران بعض لوگوں نے اس کارِ خیر میں برکت کی خاطر جو خرچ بھی جیب سے نکلا، مہیا کر دیا۔ ہیو مینیٹی فرسٹ کی ویب سائٹ کے ذریعے سے سینکڑوں افراد نے مختلف امریکی ریاستوں سے عطیات بھی جمع کروائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی کاوشوں میں برکت عطا فرمائے اور دنیا کو اس وبائی مرض سے جلد از جلد نجات عطا ہو۔ آمین

”جو صحیح ہے وہ کریں“

”فَضْل“ ض پر جزم کے ساتھ ایک عربی لفظ ہے۔جس کے معنی اللہ کی طرف سے عنایات کے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰہِ يُؤْتِيْہِ مَنْ يَّشاءُ ۔ اس ناطے سے روزنامہ الفَضْل لندن ہے نہ کہ الفَضَل۔ ہمارے ایشیائی ماحول میں ہم اِسے ضَ پر زبر کے ساتھ الفَضَل بولتے ہیں اور یہ غلط العام ہوگیا ہے۔

لندن سے اخبار جاری ہونے سے قبل خاکسار نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے رہنمائی کی درخواست کی تو آپ نے تحریر فرمایا۔

”جو صحیح ہے وہ کریں“

لہٰذا قارئین سے درخواست ہے کہ اب سے روزنامہ الفَضْل کو ض silentرکھ کر ادا کریں۔اللہ تعالیٰ حقیقی معنوں میں اِسے مخلوق خدا کے لئے فضل خداوندی بنائے۔

(ایڈیٹر)

مکرم چوہدری سمیع اللہ

صفیہ بشیر سامی۔لندن

آج مجھے وہ بہادر، جفا کش، نڈر ،باحیا ،باہمت، پُر وقار، ایماندار، نیک سیرت، پارسا اور بااصول خاتون یاد آرہی ہیں جو 24 یا 25 سال کی عمر میں بیوہ ہو گئی تھیں۔ جنہوں نے 3معصوم بچوں 2بیٹوں اور ایک بیٹی کو اللہ پاک کے سہارے محنت ، ہمت اور بہادری سے پالا۔پروش کی، پڑھایا لکھایا اور معاشرے میں عزت سے رہنے کے قابل بنایا ۔ وہ خاتون محترمہ صالحہ فاطمہ مرحومہ اہلیہ چوہدری غلام محمد مرحوم میری اُمی جان کی بڑی بہن تھیں اور میری بہت پیاری خالہ تھیں۔ اس لحاظ سے بھی وہ میری محترم تھیں کہ میں نے قرآن کریم ناظرہ اور بہت سی دعائیں اُن بزرگ ہستی سے ہی سیکھیں۔ ان کے بڑے بیٹے چودھری سمیع اللہ صاحب (شفا میڈیکوز لاہور) کا انتقال ہو چکا ہے جنہوں نے گھر کے ذمہ داریاں اُ ٹھائیں وہ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ خلقِ خدا سے حسنِ سلوک ان کی بہت بڑی خوبی تھی۔

ان کے چھوٹے بھائی چودھری فاروق احمد بیان کرتے ہیں۔

”میرے والد صاحب کی اچانک وفات ہوئی جب کہ ہم تینوں بہن بھائی بہت چھوٹے تھے چھوٹی بہن غالباً کچھ ماہ کی تھی ۔ والد صاحب سکول ٹیچر تھے۔ وفات کے وقت جو ترکہ چھوڑا وہ 4 ہزار روپے اور دو کنال زمین تھی۔ والد صاحب کی وفات کے بعد میرے ماموں عبد الرحیم(درویش) کی مدد سے اماں جی نے اُس زمین پر ایک چھوٹا سا گھر بنا لیا جو ہمارا اپنا گھر بن گیا ۔ بچے چھوٹے تھے آمدن کا کوئی ذریعہ نہیں تھا ۔ میرے نانا جی اور ماموں سب بزنس کرتے تھے سو میری والدہ صاحبہ نے بھی اپنے بھائی کی مدد سے گھر پر ہی کپڑے کا چھوٹا سا کاروبار شروع کر دیا اور ایک عدد بھینس رکھ لی جس کے دودھ سے کچھ آمدن ہو جاتی اس طرح سے ہماری دال روٹی چلتی رہی ۔

ان مختصر وسائل سے گھر کے اخراجات چلانے میں بہت مشکل رہتی۔جب بڑے بھائی جان نے میٹرک کا امتحان دے دیا تو اماں جی نے بھائی جان کو کوئی کام کرنے کے لئے کہا۔بڑی خالہ جان کے بیٹے نسیم سیفی (مربیِ سلسلہ و ایڈیٹر الفضل) اُن دنوں دہلی میں ملازمت کر رہے تھے۔ اُنہوں نے بھائی جان سمیع اللہ صاحب کو اپنے پاس دہلی بلوا لیا ۔ ایک اخبار میں ملازمت کا اشتہار دیکھا اور بھائی جان وہاں انٹرویو کے لئے چلے گئے ۔انٹرویو لینے والا ایک انگریز تھا اُس نے بھائی جان کو کہا کہ یہ تو انٹر پاس کے لئے اشتہار ہے بھائی جان نے جواب دیا میرا جلدی رزلٹ آنے والا ہے۔ مجھے اپنی فیملی کی مدد کرنی ہے مجھے پیسوں کی بہت ضرورت ہے ۔اگر میں پاس نہ ہوا تو کام چھوڑ دوں گا۔ وہ اچھا بندہ تھا بھائی جان نے وہاں کام شروع کر دیا ۔رزلٹ آیا تو بھائی جان شاندار نمبروں سے پاس ہو گئے۔

75 روپے تنخواہ میں سے 35 روپے وہ خود رکھتے اور 40 روپے کا منی آڈر وہ ہمیں بھجوا دیتے ۔آپ نے لڑکوں کے ساتھ مل کر ایک مکان کرایہ پر لیا ہوا تھا ۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ پڑھائی بھی جاری رکھی ۔ اکثر روٹی کی جگہ خالی بھنے ہوئے چنے کھا کر ہی گزارا کر لیتے تھے۔ 2 ماہ کی چھٹیوں میں بھائی جان نے مجھے اپنے پاس دہلی بلوالیا۔میرے کانوں میں تکلیف رہتی تھی بھائی جان نے ڈاکٹروں کے مشورہ کے بعد انگریز ڈاکٹروں سے ہی میرے کانوں کا آپریشن کروایا۔ جتنے دن میں وہاں رہا ہر وقت میرا خیال رکھتے،کچھ رقم رکھ دیتے کہ آئس کریم والا آئے تو لے کر کھا لینا ساتھ یہ نصیحت بھی کرتے کہ گھر سے دور نہیں جانا صرف دروازہ کے باہر تک جائیں،میں بھی اُن کا بھائی تھا جب یہ دیکھتا کہ وہ خود کتنی مشکل سے گزارا کر رہے ہیں میں بھی پانی والی رنگدار قلفی کھا کر اپنا دل خوش کر لیتا اور زیادہ خرچ نہ کرتا۔

قادیان میں ایک دن ہمیں تار موصول ہوا کہ بھائی جان کو سٹروک ہوگیا ہے اور وہ بے ہوشی کی حالت میں ہسپتال میں داخل ہیں۔ تار ملتے ہی اماں جی بہت سخت پریشان ہو گئیں اور فوری طور پر دو بکرے صدقہ دیئے۔میرے ماموں جان عبد الرحیم فوراً پہلی گاڑی سے دہلی روانہ ہو گئے۔ہسپتال پہنچنے تک الحمد للہ بھائی جان کو ہوش آ چکا تھا۔مگر اس واقعہ کے بعد اماں جی نے فیصلہ کیا کہ بھائی جان قادیان واپس آ جائیں۔بھائی جان کے واپس آنے سے اماں جی کو بہت سکون ملا۔قادیان آنے کے بعد بھائی جان کو ڈاکٹر مرزا منور احمد مرحوم نے ملازم رکھ لیا۔ڈاکٹر صاحب کا عطر کا کاروبار تھا اس کام کے لئے انہوں نے ایک دوکان ریتی چھلہ کے سامنے لے رکھی تھی ۔ یہاں چھوٹی چھوٹی شیشیوں میں عطر بھرا جاتا تھا۔ بعض اوقات شیشیاں زیادہ ہوتیں تو بھائی جان گھر لے آتے جہاں میری ہمشیرہ اور والدہ صاحبہ مل کر کام کر دیتے۔

پاک و ہند تقسیم کے وقت جماعت کی طرف سے حکم ہوا کہ 313 صحت مند نوجوان قادیان میں ہی رہیں گے اور کسی قیمت پر بھی مسجد اقصیٰ،مسجد مبارک، مہمان خانہ اور بہشتی مقبرہ وغیرہ کا قبضہ نہیں چھوڑیں گے۔ان 313 افراد میں میرے پیارے بھائی جان چودھری سمیع اللہ اور میرے ماموں عبد الرحیم شامل تھے۔ بھائی جان کو جماعت نے چند ماہ کے بعد پاکستان جانے کی اجازت دے دی کیو نکہ اُ نہوں نے ہماری دیکھ بھال کرنی تھی۔میں یقین سے یہ کہہ سکتا ہوں کے ہمارے بھائی نے ہمیں اتنا پیار دیا اور دیکھ بھال کی کہ اگر ہمارے والد صاحب زندہ ہوتے تو شائد وہ بھی نہ کر سکتے ۔اللہ تعالیٰ بھائی جان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ہم رتن باغ لاہور سے چنیوٹ اور پھر پنڈی بھٹیاں آگئے ۔ بھائی جان چودھری سمیع اللہ صاحب نے لاہور میں ملازمت شروع کر دی میں نے میٹرک 1949ء چنیوٹ سے پاس کیا اور لاہور بھائی جان کے پاس آ گیا۔ بھائی جان دو موریہ پُل کے اُس پار ایک امریکن کھالوں کی کمپنی میں ملازم تھے ۔ میں نے چونکہ کامرس میں سر ٹیفکیٹ لیا تھا اس لئےمجھے ایک انگریز بینک Lloyds Banks میں ملازمت مل گئی۔

لاہور میں رتن باغ کے سامنے جودھا مل بلڈنگ میں ہماری رہائش تھی بھائی جان ملازمت کے لئے دو موریہ پُل جانے کے لئے میو ہسپتال کے چوک سے گزر کر جاتے تھے۔یہاں چوک میں محترم ڈاکٹر مرزا منور احمد پسر حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ کی شفا میڈیکو نامی دوائیوں کی ایک دکان تھی۔ کام پر جاتے ہوئےراستہ میں بھائی جان اس دکان سے اکثر دوائی خرید نے جاتے۔ اس کے مینیجر کا نام غلام محمد شاہ تھا۔یہ ایک نہات شریف النفس آدمی تھے ۔ ان سے بھائی جان کی اچھی دوستی ہو گئی ۔خاندان کے افراد بشمول ڈاکٹر مرزا منور احمد ربوہ منتقل ہو گئے تو یہ دکان فروخت کرنے کا ارادہ کیا گیا ۔ غلام محمد صاحب نے بھائی کو بتایا کہ میاں صاحب دکان بیچ رہے ہیں اور اس کی قیمت پانچ ہزار رکھی ہے۔ بھائی جان تو صرف 175 روپے کے ملازم تھے اتنا روپیہ اُن کے پاس نہیں تھا وہ جہاں ملازمت کرتے تھے وہاں کا مینیجر نہایت فرشتہ صفت انسان تھا ۔بھائی جان نے اُن سے درخواست کی کہ وہ مجھے 5 ہزار روپیہ اُدھار دے دیں وہ ہر ماہ قسطوں میں واپس کر دیں گے ۔ اُنہوں نے بھائی جان کو مطلوبہ رقم دے دی اور بھائی جان نے وہ شفا میڈیکو دکان خرید لی ۔کچھ عرصہ بعد غلام محمد نے بھی شفا میڈیکو سے ملازمت چھوڑ دی اور بھائی جان نے مجھے کہا کہ میں دکان سنبھالوں ۔چنانچہ میں نے بینک کی ملازمت چھوڑ دی اور دکان پر کام شروع کر دیا ۔ اس طرح 1957 ء تک وہ دوکان میرے پاس رہی۔ ستمبر 1957ء میں دکان بھائی جان کو واپس کرکے میں لندن چلا گیا۔1953ء کے فسادات میں بلوائیوں نے ہماری دکان شفا میڈیکو کا سارا سامان باہر سڑک پر رکھ کر آگ لگا دی ۔

بھائی جان کو اللہ تعالیٰ نے شفا میڈیکو سے بہت کشائش دی اور ان کے دل میں دین کی خدمت کے ساتھ غریبوں،ضرورت مندوں کے کام آنے کا جذبہ بھی عنایت فرمایا تھا ۔ وہ بہت دردمند دل رکھتے تھے۔ لاہور میں ہماری جماعت میں جہاں بھی کہیں کسی کو ضرورت ہوتی اُس کی مدد کو پہلے پہنچ جاتے خاص طور پر جب اُن کی ایمبولینس کا کاروبار عروج پر تھا تو اکثر لوگوں کی میتوں کو بلا معاوضہ ہی ربوہ یا جہاں اُن کی تدفین مقصود ہوتی لے جانے کے لئے ایمبولینس دے دیتے۔

ہمارے ماموں زاد بھائی جان مکرم عبد الباسط شاہد (مربی سلسلہ) بھائی سمیع اللہ کی یاد میں لکھتے ہیں کہ

محترم سمیع اللہ بہت معاملہ فہم اور سمجھدار انسان تھے ۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد دہلی میں ملازمت شروع کی ۔ 1944ء میں جلسہ مصلح موعودؓ کے انعقاد کے وقت وہ ہمارے بڑے بھائی نسیم سیفی کے ساتھ ہی تھے۔ دہلی سے آنے کے بعد انہوں نے اپنا کاروبار شروع کیا ۔ میوہسپتال کے سامنے کیمسٹ کی دکان شفا میڈیکو کے نام سے شروع کی اور پھر اللہ کے فضل سے کاروبار میں خوب ترقی کی۔ کاروباری تجربے اور کامیاب کی وجہ سے تاجروں کی مشہور تنظیموں کے عہدیدار بھی رہے۔ اس زمانے کا ایک دلچسپ واقعہ اس طرح ہے کہ آپ تاجروں کی ایک میٹنگ میں تھے جب ان کی مجلس ختم ہونے والی تھی تو کسی مسجد سے آذان کی آواز آئی اس پر اُن کے دونوں ساتھیوں نے باہم اشارہ سے کوئی بات کی جسے انہوں نے بھی دیکھ لیا اور سمجھ گئے کہ اشارے میں کیا کہہ رہے تھے۔بتایا کرتے تھے کہ اُس پر میں نے ان سے کہا کہ آپ نے جو اشارہ کیا ہے میں اس کامطلب سمجھ گیا ہوں ۔ آذان کی آواز سن کر آپ نے ازراہِ مذاق کہا ہے کہ میں احمدی ہونے کی وجہ سے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھوں گا ۔

میں نے ان کی حیرانی دیکھتے ہوئے کہا کہ آپ نے لوگوں سے بہت غلط باتیں ہمارے متعلق سن رکھی ہوں گی لیکن میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ میں اور طرح کا آدمی ہوں اور ابھی یہاں ہی نماز ادا کروں گا۔ وہ بتاتے تھے کہ ہم تینوں نے وضو وغیرہ کر کے نماز کی تیاری کی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو نماز پڑھانے کے لئے کہنے لگے مگر دونوں نے یہ کہہ کر معذرت کی کہ” مجھے تو نماز پڑھانی نہیں آتی “ اس پر میں نے کہا کہ مجھے نماز پڑھنی اور پڑھانی آتی ہے۔ اُس پر ان دونوں نے مجھے امامت کرانے کے لئے کہا اور میری اقتدا میں نماز ادا کی ۔

مذکورہ دلچسپ بات تو خاکسار نے اُن سے سنی تھی مگر ذیل میں ایک بڑی مزیدار اور دلچسپ بات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو ہماری کالجیٹ ایسوسی ایشن کے طالب علموں نے خاکسار کو سنائی۔ان طالب علموں نے جو میڈکل کے سٹوڈنٹ تھے بتایا کہ ایک دفعہ خیبر میڈیکل کالج کے طالب علم لاہور کی سیر کرنے کے لئے آئے۔ ہم نے موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے اُن کو چائے کی دعوت پر بلایا۔نفرت، تعصب کی آ ندھیاں اتنی تیز نہیں تھیں جتنی آج کل ہورہی ہیں۔ انہوں نے ہماری دعوت مان لی ۔ اس سلسلہ میں ہمیں اخراجات کی ضرورت تھی جسے ہم مخیر حضرات سے چندہ اکٹھا کر کے پورا کرنے والے تھے ۔ اس سلسلہ میں ہم چودھری سمیع اللہ کے پاس گئے اور اپنا مقصد بتایا ۔ وہ ہم سے تفصیلات پوچھنے لگے تو ہم نے بتایا کہ ہم انہیں کالج کی ٹک شاپ پر چائے پلائیں گے اور سب کو قرآن مجید کا تحفہ دیں گے۔ اُس پر سمیع اللہ نے پوچھا کہ آپ قرآن مجید کا تحفہ دے رہے ہیں آپ بتائیں کہ ”آپ نے خود قرآن مجید پڑھا ہوا ہے ؟“ہم اُنہیں تسلی بخش جواب نہ دے سکے تو وہ کہنے لگے کہ اس کامطلب یہ ہوگا کہ یہ کتاب بہت اچھی ہے ۔ یہ تحفہ بہترین ہے لیکن ہم اس سے فائدہ نہیں اُ ٹھا رہے اس لئے آپ ہماری طرف سے یہ تحفہ لے جائیں اور اسے پڑھ کر اس سے دنیا اور آ خرت کے فوائد حاصل کریں ۔

اُنہوں نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ یہ تو ایسے ہی ہے کہ جیسے ایک ڈاکیہ کسی کا خط مکتوب الیہ کو پہنچاتا ہے مگر اسے علم نہیں ہوتا کہ اس میں کیا لکھا ہے۔وہ طالب علم بتاتے

ہیں کہ سمیع اللہ نے کہا کہ اگر تم مجھ سے وعدہ کرو کہ تم قرآن مجید بالا لتزام پڑھو گے تو میں تمہیں تمہاری ساری پارٹی کا خرچ دینے کو تیار ہوں۔ ہم نے اُن سے وعدہ کیا وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ کالج کی ٹک شاپ کے بجائے آپ شیزان میں چائے پلائیں اور مجھے خرچ کا اندازہ بتادیں میں آپ کو سارا خرچ دے دوں گا ۔

محترم سمیع اللہ خدمت خلق کے بہت سے کام بہت خاموشی سے کیا کرتے تھے ۔ اپنے کار خانے کے کاریگروں سے حسن سلوک کرتے اور بھی جہاں اور جب موقع ملے بے لوث خدمت کرتے قرآن بڑے اہتمام سے پڑھاتے بلکہ حسب، عادت درس بھی دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ چودھری سمیع اللہ کی مغفرت فرمائے آپ بہت با برکت وجود تھے۔ آمین

ہماری ماموں زاد بہن امۃ الباری ناصر اپنی یادوں کو یوں بیان کرتی ہیں کہ

بھائی جان سمیع اللہ میرے پھوپھی زاد بھائی ہیں اُن کی یادوں میں، میں بھی اپنا حصہ ڈال رہی ہوں، اپنے اس بھائی کے بارے میں اپنے گھر میں اچھا تذکرہ سنا تھا کہ انہیں خدمت خلق کا شوق ہے۔ بچوں کا سکول بھی اپنے خرچ پر کھولا تھا ، شفا میڈیکو کے مالک جو اپنے اُونچے معیار کی وجہ سے مشہور و معروف اور کاروبار کے لحاظ سے بہت اچھے ہیں، محنت اور دیانت سے کاروبار دوسرے ملکوں تک بڑھاتے جا رہے ہیں۔دینی علم بھی ہے ، اپنے نماز سینٹر میں درس قرآن دیتے ہیں، اسی طرح کی اچھی اچھی باتیں ہمارے گھر میں اکثر ہوتی رہتی تھیں۔ جب ان کے والد صاحب اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو چھوڑ کر وفات پا گئے تو میرے اباجان مکرم عبدالرحیم درویش قادیان اور خاندان کے دوسرے مہر بانوں نے حتی المقدور ان کا خیال رکھا ۔ بڑے بھائی ہونے کے ناطے سے بھائی سمیع اللہ صاحب نے اپنی والدہ اور چھوٹی بہن اور بھائی کی ذمہ داری اُٹھائی۔جب میں لاہور میں پڑھتی تھی تو پھوپھی جان کو ملنے جاتی تھی مگر یاد نہیں کہ کبھی بھائی جان سے ملاقات ہوئی ہو ، ملاقات تو یاد نہیں لیکن دو دفعہ ان کی ضرورت پڑی تو خوش دلی سے کام آئے جس کے لئے ہم شکر گزار دل کے ساتھ اُن کے لئے جزائے خیر کی دعا کرتے ہیں ۔

1967ء میں ناصر کی ٹرانسفر کراچی سے لاہور ہوئی تو رہنے کے لئے سرکاری رہائش گاہ ملنے سے پہلے کرایہ کا گھر لینا پڑا جو گڑھی شاہو میں اپنی مسجد کے قریب ملا ۔ ہماری اماں (ناصر صاحب کی والدہ صاحبہ) اِن کا ایک بھانجا، ہمارے دو بچے اس مکان میں رہنے لگے ۔ اس جگہ آئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ اماں بیمار ہو گئیں ۔ صحت پہلے ہی کمزور تھی ہر ممکن علاج معالجہ جاری تھا مگر اُنہیں مولا کریم کا بلاوا آ گیا ۔ اپریل کی 16 تاریخ تھی جب رات کو حالت خراب ہونے لگی ناصر صاحب نے فوراًہسپتال لے جانے کا فیصلہ کیا ، مگر لے کر کیسے جائیں، اس وقت بھائی جان سے ایمبولنس کے لئے کہا جو اُنہوں نے فوراً بھجوا دی اماں کو ہسپتال لے کر گئے خیال تھا کہ وہ داخل کر لیں گے اس لئے واپسی جلدی متوقع نہیں تھی،میں گھر میں اکیلی تھی اماں کی حالت سے افسردہ بھی تھی اور ڈر بھی لگ رہا تھا ، سو بھی نہیں سکی کہ اتنے میں دروازہ کھٹکا کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تو ایمبولنس واپس آ گئی تھی۔ اماں اپنے خالق حقیقی سے جا ملی تھیں ۔اناللہ وانا الیہ راجعون

دوسرا واقعہ 1969ء کا ہے جب ہم لاہور سمن آباد میں رہتے تھے۔ میرے بھائی جان مکرم عبد الباسط صاحب شاہد تبلیغ کے لئے افریقہ گئے ہوئے تھے ۔ بھابی جان اور بچے ربوہ میں تھے۔ ناصر صاحب کسی کام کے لئے سرگودھا گئے تو واپسی پر ربوہ میں رُکے ۔ اُنہیں خیال آیا کہ بچوں کو چھٹیاں ہیں کیوں نہ بھابی اور بچوں کو ساتھ لے جاؤں ان کی بھی سیر ہو جائے گی۔ وہ بھی خوشی سے تیار ہو گئے امی جان بھی اُن کے ساتھ ہی تھیں ۔ امی جان کے آنے کی بہت خوشی تھی پھر کچھ عرصہ پہلے اللہ تعالیٰ نے بھائی کو ننھا وسیم بھی عطا فرمایا تھا اسے دیکھنے کا بھی شوق تھا ۔ آمد کی اطلاع ملتے ہی میں نے مہمانوں کے لئے تیاری شروع کر دی ۔ سارے کام خود ہی کرنے ہوتے تھے ،ایکدم مصروف ہو گئی ۔ بھابی اور بچوں کے آنے سے رونق ہو گئی بچے آپس میں کھیلنے لگے میں نے دیکھا کہ پیارا سا وسیم خود اپنے ہاتھوں میں بوتل پکڑے دودھ پی رہا تھا۔ خیال تھا کہ سب کو کھانا کھلا کر فارغ ہو کر آرام سے بیٹھ کر اسے پیار کروں گی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب میں کسی کام سے کمرے میں آئی تو دیکھا کہ ننھے وسیم کے ہونٹوں اور ناخنوں میں نیلاہٹ سی ہے۔ گھبرا کے بھابی کو بتایا ، فوراً بچے کو ڈاکٹر کے پاس لے کر گئے لیکن دیکھتے ہی دیکھتے بچہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

اِنّاللہ و اِنّا الیہ راجعون

یہ اتنی اندوہ ناک بات تھی کہ ہم سب سہم گئے کہ چند گھنٹوں میں کیا سے کیا ہو گیا ۔ امی جان اپنے پوتے کو گود میں چھپائے بیٹھی تھیں جیسے کوئی چھین کر نہ لے جائے ۔ ناصر صاحب کو چھٹی نہ تھی ٹرین پر جا نہیں سکتے تھے ایسے میں بھائی جان سمیع اللہ صاحب کو فون کیا ، اُنہوں نے اُسی وقت شفا میڈیکوز کی ایمبولینس بھیج دی۔ صبح کی اذان کے ساتھ سب واپس ربوہ پہنچ گئے ۔ بچے کی تدفین کا انتظام ہو گیا اس موقع پر بھائی جان سمیع اللہ کے کام آنے سے دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ناصر صاحب نے بھی اُن کا شکریہ ادا کیا ان کے اصرار کے باوجود دونوں مواقع پر ہم سے کوئی کرایہ نہیں لیا ۔ اللہ پاک مرحوم بھائی کو غریق رحمت فرمائے ہر حُسن سلوک کا بہت بڑھا کر اجر عطا فرمائے۔آمین

میرے بھائی عزیزم اسلم خالد نے اپنی یادوں کو یوں بیان کیا ۔

ہم نے جب ہوش سنبھالاتو بھائی جان سمیع اللہ کو کسی نہ کسی طرح اپنے سے محبت و شفقت کا سلوک کرتے پایا ۔ اُس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ خالہ جی کے دونوں بیٹے سمیع اللہ اور بھائی فاروق میرے اباجان اور میری اُمی جان سے بہت محبت کرتے تھے۔ باپ نہ ہونے کی وجہ سے میرے اباجان بھی اُن کے ساتھ ہمیشہ شفقت بھرا سلوک کرتے تھے ۔ جب میرے اباجان کارو بار کی وجہ سےملک سے باہر چلے گئے تو اِن بھائیوں نے ہمارے ساتھ ہمیشہ پیار بھرا سلوک ہی رکھا۔ہم اکثر لاہور ان کے گھر جاتے اور وہ بھی ربوہ میں ہمارے مہمان بنتے ۔

ایک دو بار لندن آپ بھی آئے اورہمارے گھر ہی رہے ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے ملاقات کی۔ وہاں مسجد فضل کے احاطہ میں پھر رہے تھے کہ ربوہ کے ہمارے پڑوسی حمید لائلپوری جن کے ساتھ ہمیشہ بھائیوں والا ہی تعلق رہا نے مجھ سے پوچھا خالد وہ کون شخص ہے، اشارہ بھائی سمیع اللہ کی طرف تھا ۔ میں نے اُن کو بتایا کہ یہ شفا میڈیکو والے سمیع اللہ صاحب ہیں اور میرے کزن ہیں ۔ کہنے لگے میں نے اِن کا شکریہ ادا کرنا ہے ، مجھے بات بتائے بغیر بھائی جان کو ملے اور ان کو یاد کروایا کہ ایسے میں لندن سے ربوہ اپنے بھائی مجید کی بیماری کے سلسلہ میں پاکستان گیا ہوا تھا۔ اُسے ہم لاہور لے کر گئے جہاں اُس کی وفات ہو گئی۔ اب باڈی کو ربوہ لے جانے کا کوئی انتظام نہیں ہو رہا تھا ، مجھے آپ کا بتایا گیا کہ آپ کی ایمبولینس سروس ہے ۔ میں نے آپ کو اپنا تعارف کروایا کہ میں ایسے ربوہ سے آیا ہوں اور خالہ جی حلیمہ جو کہ آپ کی خالہ ہیں اُن کا پڑوسی ہوں مجھے اپنے بھائی کے لئے ایمبولینس چاہئے ۔ آپ نے اپنے ڈرائیور کو بلا کر میرے ساتھ جانے کو کہا۔ ربوہ پہنچ کر میں نے معاوضہ دینے کی کوشش کی تو ڈرائیور نے کہا کہ چودھری صاحب نے رقم لینے سے منع کیا ہوا تھا ۔حمید صاحب نے کہا کہ میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے صرف خالہ جی کا نام لینے سے اتنا خیال کیا ۔ یہ ساری بات سُن لینے کے بعد سمیع اللہ صاحب کا جواب تھا ’’اچھا مجھے تو کچھ یاد نہیں ‘‘ بھائی سمیع اللہ کے کام کرنے کی مثال ایسی تھی کہ نیکی کر اور دریا میں ڈال ۔

وسیم احمد ظفر مبلغ انچارج جماعت احمدیہ برازیل جو میرے خالہ زاد بھائی ہیں ان کے ذکر میں لکھتے ہیں۔

1965ءمیں جب میں نے ہوش سنبھالا تو اُس وقت گھر میں جن کا ذکر خیر سننے میں آتا رہا اُن میں ایک بھائی جان سمیع اللہ مرحوم تھے ۔ آپ جلسہ سالانہ پر اور آگے پیچھے جب بھی ربوہ آتے ہمارے گھر ٹھہرتے گو کہ تب میں بہت چھوٹا تھا لیکن ابھی تک وہ نظارہ آنکھوں کے سامنے ہے جب آپ اپنی ایمبولینس میں کبھی دوائیاں اور کبھی ہسپتال کا سامان لاتے اور فضل عمر ہسپتال کو عطیہ دیتے اور کبھی اپنے غیر احمدی عملہ کو لاتے اور ربوہ دکھاتے ۔ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو اور ستاری کے دامن میں ڈھکتے ہوئے آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

اب میں بھائی جان سمیع اللہ کا اپنے ساتھ کئے ہوئے حُسن سلوک کے بارے میں کچھ لکھتی ہوں۔ احسان مندی کا اظہار لفظوں میں کرنا ممکن نہیں ہوتا مگر اب میں یہی کر سکتی ہوں کہ ان کے کار خیر کا ذکر کرکے دعا کروں اور دعا کی درخواست کروں۔

آپ نے بہت سے یتیم بچوں اور بیوؤں کے وظائف لگائے ہوئے تھے۔سکول کھولے یہاں تک کے یتیم اور مستحق بچوں کو یونیفارم بنوا کر دیتے اور تعلیم بھی مفت ہی دلواتے۔ بیواؤں کے لئے رہنے کے لئے کوارٹر بنوائے جہاں بہت کم کرایہ پر اُن کی رہائش کا انتظام کیا گیا۔ میری عمر کوئی 12 یا 13 سال ہو گی جب میں اپنی تائی کے ساتھ لاہور میں رہتی تھی یہ جوائنٹ فیملی تھی اُس میں میرے بڑے تایا جی اور اُن کی فیملی بھی تھی ایک دن میرے تایاجی کی سالی کی وفات ہو گئی۔ اُن کی میت لاہور سے اُن کے شہر لے کر جانی تھی میرے تایا جی نے مجھے ساتھ لیا اور بھائی جان سمیع اللہ کے پاس گئے اور ایمبولینس کی درخواست کی جو اُنہوں نے اُسی وقت دے دی۔ مجھے وہ سفارش کے لئے لے کر گئے کہ سمیع اللہ صاحب میرے کزن ہیں میری وجہ سے اُن کو ایمبولینس مل جائے گی ۔ لیکن میں یقین سے کہہ سکتی ہوں اگر وہ مجھے ساتھ نہ بھی لے کر جاتے بھائی جان نے پھر بھی اُن کا کام کر دینا تھا ۔ مجھے تو اتنا شعور بھی نہیں تھا کہ مجھے یہ کیوں ساتھ لے کر جارہے ہیں ۔

پھر ایک واقعہ اس طرح ہے کہ میری عمر کوئی 14 یا 15 سال کی ہو گی کہ ربوہ میں ہمارے دور کے رشتہ دار کی وفات ہو گئی۔ اُس وقت اُن کے بچے بہت چھوٹے چھوٹے تھے اور آمدن کا کوئی ذریعہ نہیں تھا ۔ ہماری خالہ جی اور اپنے بیٹے سمیع اللہ صاحب کے ساتھ شائد افسوس کے لئے ہی آئے ہوں گے ۔ باتوں باتوں میں نہ جانے میں نے کیسے کہہ دیا بھائی جان اگر آپ ان کی کوئی مدد کر سکتے ہیں تو ضرور کریں(شائد یہ بات میں نے سرسری طور پر کی ہو گی میں کوئی اتنی سمجھدار نہیں تھی کہ مشورہ دیتی) لیکن میرے بھائی نے میری بات کی لاج رکھی اور مجھے یاد نہیں کہ کب تک اُن کا وظیفہ لگا رہا ۔ بھائی جان موقع کی تلاش میں رہتے تھے کہ اُن کو کوئی نیکی کا موقع ملے اور وہ کر گزریں ۔

وقت گزرتے دیر نہیں لگتی ہم سب بڑے ہوگئے سب کی شادیاں ہو گئیں۔میں شادی کے بعد پشاور چلی گئی ، بچے ہوگئے ذمہ داریاں بڑھ گئیں۔سامی صاحب کی اچھی نوکری تھی مگر پھر بھی جب دو بچے ہو گئے تو سوچا ملک سے باہر جاکر قسمت آزمائی چاہئے۔ اباجی یعنی سامی کے والد صاحب ہمارے پاس پشاور آئے ہوئے تھے ۔ ایک دن اُنہوں نے سامی کو بلایا اور کہا کہ تم نے ایک بار ملک سے باہر جانے کا سوچا تھا میرا خیال ہے اگر اب بھی تم جانا چاہتے ہو تو میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں ۔ ہم پشاور میں رہتے تھے روزانہ ہمسایوں میں سے کسی نہ کسی کو براستہ افغانستان ملک سے باہر جاتے دیکھتے تھے سامی صاحب نے بھی اس راستے باہر جانے کا پروگرام بنا لیا ۔ میں اپنی اُمی جان کے پاس ربوہ منتقل ہوگئی ۔سامی صاحب افغانستان،ایران،ترکی، بلغاریہ، اٹلی سے ہوتے ہوئے تقریباً 3ماہ کی مسافت کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے جرمنی پہنچ گئے۔ ہمیں احمدی ہونے پر فخر ہوتا ہے کہ ہر جگہ ہمارے مشن ہاؤس ہوتے ہیں جو ہمارے گھر کی طرح ہی ہوتے ہیں۔سامی صاحب جاتے ہوئے جماعت کی طرف سے ایک ایسا خط لیکر گئے تھے کہ کچھ دن مشن ہاؤس میں قیام کر سکیں۔وہاں ایک سامی نہیں وہاں تو اور بھی سامی صاحب جیسے پناہ لئے ہوئے تھے اور حکومت کی طرف سے یہ اجازت نہیں تھی کہ آپ اس طرح لوگوں کو رہائش کیلئے مسجد میں رکھیں۔اس لئے سامی صاحب کو بھی مربی صاحب نے اپنا ٹھکانا ڈھونڈنے کے لئے کہہ دیا جو ان کے لئے بہت مشکل تھا۔کہتے ہیں کہ میں نے ہر طرح کی کوشش کر لی لیکن کچھ بن نہ پایا۔پھر ایک دن اللہ تعالیٰ کے آگے مسجد میں سجدہ ریز تھا اپنے

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store ANDROID APP ON Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
0044 74 9378 5065
0044 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

پیارے ربّ سے التجا کے بعد سلام پھیرا تو حیران رہ گیا کہ ایک ایسا چہرہ نظر آیا جس کا میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا ۔ اُن کو دیکھ کر پہلے تو مجھے اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آیا ۔جب غور سے دیکھا تو میرا دل اُچھل کر میرے حلق تک آ گیا اور میں دھیرے سے اُٹھا اور اُن کے سامنے کھڑا ہوگیا ۔ پہلے تو اُنہوں نے مجھے پہچانا نہیں کیونکہ میں سفروں کا تھکا ہوا پریشانیوں کا مارا ہوا تھا۔ میں نے سلام کے بعد اپنا تعارف کروایا اُنہوں نے پہچان کر گلے لگایا اور خیریت پوچھی اور کہا تم یہاں کیسے ؟ کہتے ہیں میں تو تنکے کا سہارا ڈھونڈ رہا تھا یہ تو میرے لئے شہتیر تھے۔ یہ تھے میرے خالہ زاد بھائی سمیع اللہ ۔ساری دنیا میں اُن کے بہت بڑے بڑے بزنس تھے وہ ساری دنیا میں بہت آسانی سے سفر کرسکتے تھے۔ کہتے ہیں میں نے اپنی ساری بات بتائی تو سب سُن کر بولے بتاؤ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں ؟ میں نے کہا آپ بتائیں میں کیا کروں ؟ سامی کہتے ہیں اُن کا جواب سُن کر میرا دل اندر سے اُچھل پڑا بھائی جان نے کہا میں تمہیں لندن لے جاتا ہوں۔میں اُن کا منہ دیکھتا رہ گیا کہ اتنی بڑی بات جو میں دل سے چاہتا تھا مگر یہ میری سوچ سے بھی باہر تھا ، میں فوراً بولا اگر یہ ممکن ہے تو میں تیار ہوں ۔بولے ہے تو مشکل لیکن میں کل شام لندن جا رہا ہوں تم تیار رہنا ۔ اُن دنوں ائیر پورٹ سے ہی ویزا لینا ہوتا تھا ، مجھے ویزے سے انکار ہو گیا مگر میں نہیں جانتا کہ پھر کیسے بھائی جان نے میرا ویزہ لگوایا اور اس طرح میں بہت جدوجہد کے بعد ایک مشفق اور مہربان کی وجہ سے لندن کی سر زمین پر پہنچ گیا۔ الحمد للہ

یہ ساری تفصیل سامی صاحب نے مجھے بتائی تو میں نے ربوہ سے لاہور بھائی جان کو شکریہ کا فون کیا تو بولے شکریہ کی کیا بات ہے میرا فرض تھا ،اپنی بہن کے لئے کچھ کیا مجھے خوشی ہوئی ۔

سامی صاحب کو گئے ہوئے تقریباً ایک سال سے زیادہ ہو گیا تھا اور میں 3بچوں کے ساتھ پاکستان میں تھی ،ہماری ہر وقت یہی تکرار ہو تی کہ ہمیں کب بلائیں گے ؟ کیونکہ میں امیگریشن کے معاملات کو بالکل بھی نہیں سمجھتی تھی کہ وہاں سامی صاحب کِن حالات میں ہیں اور وہ کیوں ہمیں نہیں بلا سکتے ۔سامی مجھے کہتے میں نہیں بلا سکتا تم بھائی جان سمیع اللہ کے پاس جاؤ اور اُن سے ہی مدد لو۔ جب کوئی سمجھ نہ آئی تو میں پھر اپنے بھائی سمیع اللہ کے پاس گئی ۔ یہاں میں ایک بات ضرور لکھنا چاہوں گی جب سامی صاحب کی بھائی جان سمیع اللہ صاحب نے مدد کی اُس وقت بھی اور جب میں اُن کو ملنے گئی ہم دونوں بہن بھائی میں کچھ عرصہ سے ناراضگی چل رہی تھی ۔ مگر میں اُن کے بڑے پن کو سلام کرتی ہوں اور آج بھی نمازوں میں اُن کیلئے دعا کرتی رہتی ہوں اُنہوں نے سب باتوں کو بھلا کر پہلے سامی کی اور اب پھر میری مدد کی حامی بھر لی۔ جب میں بھائی جان کے پاس گئی پہلے تو بہت غصہ سے مجھے دیکھا پھر کہنے لگے تم میری ایسی بہن ہو جس کو ناراضگی کے باوجود اُس کی کسی بات کو نہیں ٹال سکتا بولو کیا چاہتی ہو ؟ میں نے اپنی بات اُن کے سامنے رکھی ۔ نہیں جانتی بھائی جان نے کیسے اور کن لوگوں سے بات کی مجھے آج تک نہیں علم کہ سب کچھ کیسے ہوا کیونکر میرے کاغذات مکمل ہوئے ۔ خود سے کرایہ کا بھی انتظام کیا اور مجھے جہاز میں سوار کروا دیا ۔ بھائی جان خود تو ائیر پورٹ پر نہیں آئے مگر گھر سے اپنی کار میں ہی رخصت کیا۔

میں آج جو بھی ہوں اور میرے سب بچے جس بھی پوزیشن میں ہیں ان سب میں میرے بھائی جان محترم سمیع اللہ کا بہت بڑا حصہ ہے ۔ بھائی جان ہمیشہ میری دعاؤں میں رہتے ہیں ۔ زندگی کی گاڑی چلتی رہی پھر میں اُس مقام پر آ کھڑی ہوئی جب سامی صاحب کی اچانک بیماری اور اُن کی وفات ہو گئی یہ بہت مشکل گھڑی تھی ۔ خالد نے بھائی جان کو بھی اطلاع دی کہ سامی صاحب کی وفات ہو گئی ہے ۔ سچ پوچھیں اُس مشکل کی گھڑی میں میرے بھائی کا جواب تھا ۔

’’ صفیہ کس حال میں ہے اُس کو کسی قسم کی اگر ضرورت ہو تو مجھے بتائیں اور یہ بھی بتائیں کہ اُس کے بچوں کے پاس جاب وغیرہ ہیں کچھ بھی مدد کی ضرورت ہو تو مجھے بتائیں‘‘ الحمد للہ مجھے کسی مدد کی ضرورت تو نہیں تھی مگر ایسے وقت میں بھی اُنہوں نے اپنی بہن کو اکیلے نہیں چھوڑا اور فوراً مدد کے لئے آ گئے ۔اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند سے بلند کرتا چلا جائے ۔آ مین

الفضل انٹر نیشنل یکم دسمبر 2017ء تا 7 دسمبر 2017ء کے میں اُن کے بارے میں یوں لکھا گیا ہے۔

مکرم چوہدری سمیع اللہ (شفا میڈیکو۔لاہور)

29 مئی 2017ء کو 88 سال کی عمر میں وفات پا گئے ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون آپ حضرت میاں فضل محمدؓ آف ہرسیاں صحابی حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے نواسے تھے۔ آپ لاہور کے میوہسپتال کے قریب شفا میڈیکو کے نام سے ایمبولینس مہیا کرتے تھے۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان کی وفات پر بھی آپ نے ایمبولینس مہیا کی تھی اور خود ہی اُسے ڈرائیو بھی کیا تھا۔ مرحوم بیواؤں اور یتیموں کی مالی مدد کرنے والے،بہت نیک، مخلص اور باوفا انسان تھے۔پسماندگان میں ایک بیٹی ڈاکٹر سامعہ ڈار اور بھائی مکرم فاروق احمد (حال امریکہ) یاد گار چھوڑے ہیں۔ آپ مکرم محمد اسلم خالد کارکن دفتر پرائیویٹ سیکرٹری لندن کے خالہ زاد بھائی تھے۔ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنی رضا کی جنتوں میں جگہ دے ۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر کرنے اور اُن کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے ۔آمین

دُنیا میں دُکھ اور سُکھ ہر انسان کی زندگی کا حصہ ہیں۔غم اور خوشیاں بھی ہماری زندگیوں میں شامل ہیں۔اسی طرح بھائی جان نے بھی اِن سب باتوں سے اپنا حصہ پایا ، اپنی زندگی کے آخر میں اُنہیں انتہائی مشکل دور سے گزرنا پڑا۔کاروبار سنبھل نہ سکا۔ کچھ عمر کا تقاضا اور کچھ اپنے ہی ہمدروں کے ہاتھوں تکلیف اُٹھائی اور دل برداشتہ ہو گئے۔وہی چودھری سمیع اللہ جو لوگوں کو اپنی ایمبولینس میں ڈال کر بن اُجرت لئے اُن کی منزلِ مقصود تک پہنچاتا تھا وہ خود بھی اُسی میں سوار ہو کر اپنے پیارے ربّ کے حضور حاضر ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

دُعا کرتی ہوں اللہ تعالیٰ میرے اس محسن بھائی کے درجات بلند سے بلند کرتا چلا جائے اور اپنی برزخ میں اُونچے مقام پر بٹھائے۔ان کی بخشش فرمائے اور اُن کے تمام لواحقین کو اُن کی نیکیوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فر مائے ۔آ مین ثم آ مین ۔

****

ایسے نو آموز شعراء کا کلام جنہوں نے روزنامہ الفضل آن لائن لندن کے حُسن میں اضافہ کے لئے اپنے قلم کو حرکت دی

رمضان کے دن ہیں

آؤ کہ مسکرائیں مسکان کے دن ہیں
شکر خدا منائیں شکران کے دن ہیں
اللہ نے اتارا اپنا کلام روشن
مل کے پڑھیں پڑھائیں قرآن کے دن ہیں
سامان آخرت کا جوڑیں انہی دنوں میں
رب سے کریں دعائیں رمضان کے دن ہیں
حکم خدا ہے سارے ایمان والوں کو یہ
روزے رکھیں رکھائیں فرمان کے دن ہیں
خلق خدا کی خدمت کرنے کا آیا موقع
انساں کے کام آئیں انسان کے دن ہیں
کوشش اگر ہو سچی تو لیلۃ القدر بھی
ممکن ہے دیکھ پائیں رحمان کے دن ہیں
بخشش خدا سے مانگیں اور گڑگڑا کے روئیں
شیطان کو بھگائیں غفران کے دن ہیں

ناصر احمد شہروز

2 مئی 2020ء	وقت سحر	وقت افطار
مکہ مکرمہ	04:30	18:46
مدینہ منورہ	04:25	18:51
قادیان	04:12	19:09
ربوہ	03:53	18:51
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:57	19:38